

الدرر الزاهر

فی شرح

رباعیات باباطاهر

مع

دیباچه مشتمل بر سوانح و تبصره بر کلام مصنف

و مشتمل بر اسباب اهمیت فارسی [illegible]

جناب مولوی [illegible] صاحب [illegible] رامپوری

مصنف کشف الابهام و تفسیر [illegible] وغیره

شیخ مبارک علی تاجر کتب اندرون لوهاری دروازه لاهور

[illegible]

۱۹۲۳

قیمت [illegible]

طبع اول



الدرّی الزاہر

فی شرح

رباعیات باباطاہر

مع

دیباچہ مشتمل بر سوانح وتبصرۂ کلام مصنف

داخل نصاب ایم اے فارسی پنجاب یونیورسٹی

مولفہ و مصنفہ

جناب مولوی وجاہت حسین صاحب عندلیب شادانی رام پوری

مصنف کشف الابہام و نقش بدیع وغیرہ

شیخ مبارک علی تاجر کتب اندرون لوہاری دروازہ لاہور

نے

مطبع کریمی لاہور میں باہتمام میر قدرت اللہ طبع کرایا

طبع اول

سنہ ۱۹۲۴ء

قیمت عمر



گرچه خردیم نسبتی است بزرگ
ذرهٔ آفتاب تابانیم



ڈیڈیکیشن

میری قسمت سے الٰہی پائیں یہ رنگ قبول
پھول کچھ میں نے چنے ہیں ان کے دامن کیلئے

پھولوں کا وہ ناچیز ہار جو مخلصانہ ارادتمندی کیساتھ نذر کیا جائے اہلِ بینش کی نظر میں اس گراں بہا سلکِ مروارید سے کہیں بڑھ کر ہے جو محض نمودِ ظاہری کی خاطر پیش کی جاتی ہے۔ لہٰذا میں اپنی اس بے مایہ تصنیف کو ایک مخلصِ نیاز آئین کی حیثیت سے اپنے محبِ گرامی قدر، فخر الاماثل جناب آغا محمد طاہر صاحب نبیرہ حضرتِ آزاد کے نام پر ڈیڈیکیٹ کرتا ہوں۔

خاک نشین عندلیبِ شادانی



هوالجلیل

دیباچہ

باباطاہرؒ اس کی رباعیات کے متعلق کچھ بیان کرنے سے پیشتر یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عام "رباعی" کے متعلق چند خاص امور پر روشنی ڈالی جائے۔

رباعی

رباعی کی وجہ تسمیہ صاحب بدائع الافکار لکھتا ہے کہ رباعی کو رباعی اس لئے کہتے ہیں کہ بحر ہزج اشعار عرب میں مربع الاجزا ہے۔ عربوں کے خیال کے مطابق ہر ایک وزن دو بیت مربع کی طرح ہے اور مجموعہ چہار بیت ہے مگر اہل عجم اس کو دو بیتی کہتے ہیں اور مجموعہ کو دو بیت مانتے ہیں۔

حاشیہ مجمع الصنائع میں لکھا ہے کہ رباعی منسوب بہ رباع یعنی چار چار ہے چونکہ ہر رباعی میں چار مصرعے ہوتے ہیں اس لئے اس کو رباعی کہتے ہیں اور اسی لئے اس کا نام چہار مصرعی اور دو بیتی ہے۔

رباعی کے دوسرے نام مولانا جامی رسالہ عروض میں اور ملّا حسین واعظ کاشفی بدائع الافکار میں لکھتے ہیں کہ رباعی کو ترانہ بھی کہتے ہیں۔ بعض علماء کے نزدیک ترانہ کے معنی سرود

ونغمہ کے ہیں اور چونکہ رباعی اکثر گائی جاتی ہے اور اس کا وزن گانے میں نہایت خوش آیندو خوش آہنگ معلوم ہوتا ہے اس لئے اس کا نام ترانہ ہوگیا۔

رباعی کا موجد | جمہور کی رائے میں رباعی کا موجد ابوالحسن رودکی ہے۔ محمد بن عیش خوارزمی لکھتا ہے ایک مرتبہ عید کے دن رودکی چلا جارہا تھا۔ راستہ میں دیکھا کہ چند لڑکے جوزبازی کر رہے ہیں اور بہت سے لوگ کھڑے تماشہ دیکھ رہے ہیں۔ گیارہ سال کے ایک حسین لڑکے نے چند جوز گچی میں ڈالے۔ سب جوز گچی میں جا پڑے صرف ایک رہ گیا۔ اور وہ بھی گچی کی طرف لڑھک رہا تھا جس کو دیکھکر لڑکا بیساختہ بولا۔ غلطان غلطان ہگوسے آید۔ رودکی نے جب اس جملہ کی طرف غور کیا تو اس کو عروض کے مطابق موزون پایا۔ اور ۲۴ وزن بحر ہزج سے اس کے لئے نکالے۔ اور دوبیتی کہہ کر اس کا نام ترانہ رکھا۔ رسالہ رباعی میں مفتی سعداللہ صاحب نے مصرع مذکور اس طرح لکھا ہے۔ غلطان غلطان ہمی رود تا سر گو۔ مگر دولت شاہ سمرقندی اور بعض دیگر ارباب علم نے لکھا ہے کہ یعقوب لیث نے جو ایران کا اسلام کے بعد سب سے پہلا خودمختار فرمانروا تھا اپنے ایک چھوٹے بچہ کو عید کے دن بچوں کے ساتھ جوزبازی کرتے دیکھا۔ بادشاہ کھڑا ہوکر دیر تک کھیل دیکھتا رہا۔ بچہ نے باپ کے سامنے جوز گچی میں ڈالے۔ سب جوز گچی میں جا پڑے صرف ایک باہر رہ گیا۔ وہ بھی لڑھکتا ہوا گچی میں چلا تو بچہ نے خوش ہوکر بیساختہ کہا۔ غلطان غلطان ہمی رود تا لب گو۔ اس پر بادشاہ نے ابودلف عجلی اور شیت الکعب کو بلاکر اس کا وزن دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ اس کی تقطیع یہ ہے مفعولُ۔ فاعلُ۔ مفاعیلُ۔ فعل اور یہ بحر ہزج کی ایک شاخ ہے۔ یعقوب کی فرمائش سے اس پر مصرعے لگائے گئے اور اس کا نام دوبیتی رکھا گیا اور اس کو رباعی بھی کہتے ہیں۔ غرض اس کا موجد رودکی ہو یا کوئی اور یہ امر متحقق ہے کہ رباعی اہل عجم کی ایجاد ہے۔

رباعی کا وزن | چونکہ یہ مصرع۔ غلطان غلطان ہمی رود تا لب گو۔ رباعی کی بنا ہے

لہذا اکثر شعرا نے اسی وزن پر رباعیات لکھی ہیں۔ اس لئے یہ وزن رباعی کے لئے مخصوص ہو گیا۔
چنانچہ بعض اساتذہ نے لکھا ہے کہ رباعی لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ کے وزن پر ہونا چاہئے۔
صاحبِ سروری اور شرحِ نصاب کا قول ہے کہ رباعی بحر ہزج اخرم و اخرب میں
آتی ہے اور اس کا خاص وزن لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ ہے جو رباعی اس وزن پر نہ ہو وہ
رباعی نہیں قطعہ ہے۔

جمہور کے نزدیک رباعی کے اوزان چوبیس ۲۴ ہیں اور صرف بحر ہزج میں آتی ہے اور ان
اوزان کو اخرم اور اخرب دو شجروں میں بیان کیا ہے۔ دونوں کا ایک ایک وزن بطور مثال
یہاں لکھا جاتا ہے۔

ہزج اخرم۔ مفعولن مفعول مفاعیل فعول۔
ہزج اخرب۔ مفعول مفاعیل مفاعیل فعول۔

شجرہ اخرب کے اوزان شجرہ اخرم کے اوزان سے سبک تر اور مطبوع تر ہیں۔ جمہور کے نزدیک
انہیں اوزان پر ہر ایک رباعی ہونا چاہئے۔ گلستان سخن میں ہے کہ جو رباعی ان اوزان پر نہ ہو گی
اس کو اصطلاح میں رباعی نہیں کہہ سکتے۔
عروض سیفی اور مخزن العروض میں لکھا ہے کہ رباعی کے اوزان دس ہزار تک پہنچتے ہیں۔
اور منشی سعد اللہ صاحب نے رسالۂ رباعی میں بیاسی ہزار نو سو چوراسی ۸۲۹۸۴ وزن نکالے ہیں۔

رباعی میں قافیہ کی قیود

ملا حسین واعظ کاشفی کہتے ہیں کہ اگر رباعی کے چاروں مصرعوں
میں قافیہ ہو تو اس کو رباعی مصرّع کہتے ہیں اور اگر تیسرے مصرع میں قافیہ نہ ہو تو اس کو رباعی خصی
(ناقص) کہتے ہیں صاحب مجمع الفصحا نیز ملا حسین واعظ کاشفی کے نزدیک مصرع سوم میں قافیہ
شرط نہیں صرف بیتِ اول میں تصریع ضروری ہے۔ صاحب معیار البلاغت اور مخزن الفوائد
کا خیال ہے کہ اگر رباعی کے تیسرے مصرع میں بھی قافیہ ہو تو بہت مستحسن ہے۔ متقدمین کے نزدیک

رباعی کا مُصرّع ہونا یعنی چاروں مصرعوں میں قافیہ ہونا لازمی تھا چنانچہ عنصری۔ ابوشکور بلخی۔ فردوسی۔ وغیرہم کی اکثر رباعیات اسی قسم کی ہیں لیکن متاخرین نے اس شرط کو اُٹھا دیا اور صرف پہلے دوسرے اور چوتھے مصرع میں قافیہ کو ضروری سمجھا۔

رباعی کی خصوصیات مُلّا حسین واعظ کاشفی کہتے ہیں کہ چونکہ رباعی کے صرف دو بیت ہوتے ہیں لہذا شاعر کو اس کے اجزا کی ترکیب و ترتیب میں سعی بلیغ لازم ہے تاکہ محاسن و صنائع شعری میں سے کوئی شے اس میں پیدا ہو جائے۔

صاحب جامع الصنائع لکھتا ہے کہ اصل وضع رباعی کی اس پر ہے کہ رباعی کے دوسرے بیت میں مقصود کسی لطیفہ۔ نکتہ اور مثال کا بیان کرنا ہو اور اس کے سوا اور کچھ بیان نہ کریں۔

صاحب مخزن الفوائد کہتا ہے کہ رباعی کا دوسرا شعر پہلے سے بلند تر ہونا چاہئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ خیال اوروں کے نزدیک بھی مسلم ہے چنانچہ مرزا صائب کہتا ہے ؎

اندر رباعی بیت آخری زند ناخن بہ دل   خط پُشت لب چشم ما زابرو خوشتر است

دوسرا کہتا ہے۔ رباعی

اے اختر فیض را ضمیرت مطلع   طبع تو عروسان سخن را مجمع
ازبسکہ رباعی تو افتاد بلند   ہر مصرع او بود چہارم مصرع

غرض رباعی نظم کی ایک ایسی صنعت ہے کہ شاید ہی کوئی شاعر فارسی کا ایسا ہو جس نے رباعیات نہ لکھی ہوں۔ چونکہ بقول مولانا جامی اوزان اشعار میں یہ وزن نہایت دلکش۔ خوش آیند اور دلچسپ ہے اس لئے ہر شاعر نے اس وزن میں کچھ نہ کچھ ضرور لکھا ہے۔ مگر بعض شعراء رباعی کے اُستاد مانے گئے ہیں جن میں سے ایک بابا طاہر بھی ہے۔

باباطاہر کے سوانح حیات

مناسب حالات۔ مناسب وقت اور مناسب ماحول کا میسر آجانا بھی حقیقت میں بڑی خوش نصیبی ہے۔ بلکہ سچ پوچھئے تو انسانی کامیابی خصوصاً ہر دلعزیزی۔ قبولیت عامّہ۔ اور شہرت تامّہ کا راز اسی میں مضمر ہے۔ ورنہ ہر عہد میں خدا جانے کیسے کیسے تابناک گوہر خاک پوش رہے۔ اور معرض شہود میں آئے بغیر ہی معدوم ہو گئے۔ کیسے کیسے سرمایہ دارانِ کمال نامناسب حالات اور اپنے بے ہنگام ظہور کے باعث گوشۂ خمول ہی میں پڑے پڑے ناپدید ہو گئے۔ بعض کے ساتھ تو زمانہ نے اتنی مساعدت بھی کی کہ ان کے فروغ کمال کو شمع انجمن بنایا۔ ان کے ثمراتِ جگرکاوی اور نتائج افکار سے اہل عالم کے لئے سازوبرگِ نشاط بہم پہونچایا۔ یعنی کسی نہ کسی طرح ان کے سرمایۂ کمال کو فنا ہونے سے محفوظ رکھا۔ اور آج اگرچہ ہم ان کی بابت کچھ بھی نہیں جانتے تاہم ان کے کلام سے اپنے ذوق کے مطابق مستفید و محظوظ ہوتے ہیں۔ لیکن وائے ان صاحب کمالوں کے حال پر جو مع اپنے کمال کے صفحہ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹ گئے اور اب ان کا کوئی نام و نشان دنیا میں موجود نہیں۔ سابق الذکر لوگوں میں سے ایک باباطاہر ہے جس کی رباعیاں نو سو برس سے آج تک سارے ایران میں ستار پر گائی جاتی ہیں مگر خود باباطاہر کی بابت بقول حمد اللہ مستوفی مصنف تاریخ گزیدہ نام کے سوا یقینی طور پر صرف اسی قدر معلوم ہے کہ کچھ معلوم نہیں۔

منظومات فارسی کے جسقدر مجموعے بھی ایران میں شائع ہوئے ہیں تقریباً سب ہی میں اُسکے کلام کا تھوڑا بہت نمونہ موجود ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ اس کے سوانح حیات کے متعلق کسی میں ایک لفظ بھی نہیں۔

رضا قلی خاں نے اپنی کتاب مجمع الفصحاء (مطبوعہ طہران ۱۲۹۵ھ جلد اوّل صفحہ ۳۲۶) میں باباطاہر کی دس رباعیاں نقل کی ہیں اور لکھتا ہے کہ:۔

طاہر عریان۔ ہمدانی۔ اس کا نام بابا طاہر تھا۔ وہ اپنے عہد کے صوفیائے کبار میں سے تھا۔ بعض مصنفوں کا یہ خیال کہ بابا طاہر سلجوقیوں کے زمانہ میں تھا غلط ہے۔ وہ دیالمہ کے عہد میں قدیم شیوخ میں سے تھا۔ سنہ ۴۱۰ھ اس کے عروج و شہرت کا زمانہ ہے۔ اُسنے عنصری۔ فردوسی اور ان کے ہمعصروں سے پہلے وفات پائی۔ اس نے قدیم زبان میں اعلیٰ درجہ کی رباعیاں لکھی ہیں جو ابتک موجود ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس کے کچھ رسالے بھی موجود ہیں اور علما نے ان کی شرحیں لکھی ہیں۔

یہی مصنف (رضا قلی خاں) اپنی بعد کی ایک تصنیف **ریاض العارفین** (مطبوعہ طہران ۱۳۰۵ھ صفحہ ۱۰۲) میں بیان کرتا ہے کہ "**بابا طاہر** نے ۴۱۰ھ (یعنی ۱۰۱۹ یا ۱۰۲۰ء) میں انتقال کیا۔ بنابریں وہ **عین القضاۃ** ہمدانی یا **نصیر الدین طوسی** کا ہمعصر نہیں ہوسکتا۔ جیسا کہ بعض مصنفین کا خیال ہے کیونکہ عین القضاۃ نے ۵۲۵ھ میں اور نصیر الدین طوسی نے ۶۷۲ھ میں انتقال کیا" اس قول کو مسلم مانتے ہوئے بابا طاہر فردوسی کا ہمعصر اور عمر خیام کا قریبی پیشرو ہے۔

رباعیات بابا طاہر مطبوعہ بمبئی و طہران کے پیشتر کوئی دیباچہ یا مقدمہ موجود نہیں البتہ **لطف علی بیگ آذر** نے اپنی کتاب **آتشکدہ** (مطبوعہ بمبئی ۱۲۷۷ھ یا ۱۸۶۰-۶۱ء صفحہ ۲۴۷) میں بابا طاہر کی پچیس رباعیاں نقل کی ہیں اور بابا طاہر کے متعلق کہتا ہے:۔

"عریان۔ اسمش بابا طاہر دیوانہ ایست از ہمدان۔ فرزانہ ایست ہمہ دان۔ احوالش در بار کتب مذکور و اخلاقش بین العرفا مشہور۔ عاشقے شیدا و سوزشش جان از اشعارش ہویدا و پ

راجی مسٹر براؤن کا خیال ہے کہ اگر "بزبان راجی" کی قرأت صحیح ہے تو اس کے معنی ہونگے "راجی (امیدوار) کی زبان میں" کیونکہ راجی رجا بمعنی امید سے مشتق ہے اور اگر راجی کو رازی پڑھیں تو "زبان رازی" کے معنی ہونگے "رے کی زبان میں" لیکن جہانتک مجھے معلوم ہے "راجی" فارسی زبان کی کوئی شاخ نہیں ہے ۱۲۔

بوزن خاصی و وبیتی بسیار گفتہ کہ اکثر از آنہا امتیاز کلی دارد" (از آتشکدہ)

مسٹر کامٹ ڈی گابینو نے اپنی ایک کتاب میں بیان کیا ہے کہ باباطاہر ایران میں اہل حق یا نصیری فرقہ کے شیوخ کبار میں گنا جاتا ہے اور فرقۂ نصیری باباطاہر کی بہن بی بی فاطمہ کو بھی اپنے بزرگان دین میں شمار کرتا ہے۔

مسٹر ہیرن ایلن اپنے دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ مندرجہ ذیل واقعات کپتان چارلس کیمبل برطانوی رزیڈنٹ متعین بوشہر۔ نے ایک ایرانی عالم کے ذریعہ میرے لئے بہم پہنچائے ہیں۔ "کہتے ہیں کہ طاہر عریان ایک ناخواندہ لکڑہارا تھا۔ لڑکپن میں دن کو وہ مدرسہ جایا کرتا تھا لڑکے جب سبق پڑھتے تو وہ سُنا کرتا لیکن اس کی سادہ لوحی کی وجہ سے لڑکے اس کا مذاق اُڑایا کرتے۔ ایک دن اُس نے اپنے کسی ہم سبق سے پوچھا کہ مجھے تعجب ہے تم لوگ معلم کی باتیں کس طرح سمجھ لیتے ہو۔ ہم سبق نے مذاقاً کہا کہ ہم لوگ رات کو تالاب میں جاکر چالیس مرتبہ سر کو پانی میں غوطہ دیتے ہیں اس لئے معلم جو کچھ کہتا ہے ہماری سمجھ میں آجاتا ہے باباطاہر نے اس بیان کو سچ جانا اور خود بھی ایسا ہی کیا۔ حالانکہ سخت سردی کا موسم تھا معاً روشنی کا ایک شعلہ نمودار ہوا اور باباطاہر کے مُنہ میں گھس گیا۔ دوسرے دن جب وہ مدرسہ آیا تو طلبہ سے فلسفیانہ باتیں کرنے لگا جسے وہ مطلق نہ سمجھ سکے اور کوئی جواب نہ دے سکے۔ جب انہوں نے باباطاہر سے اس تبدیلی کا سبب پوچھا تو اس نے سارا ماجرا بیان کیا اور کہا کہ رات میں نے ایک کُرد کی طرح گذاری اور صبح ہوتے ہی میں ایک عرب کی مثل تھا۔ یہ سُن کر سامعین دنگ رہ گئے۔ کہتے ہیں کہ اس کے جسم سے ایسی غیر معمولی گرمی نکلتی تھی کہ کوئی اُس کے پاس نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ اس کے بعد وہ عموماً جنگلوں اور پہاڑوں میں پھرا کرتا تھا۔ اور اکثر ہمدان کے گلی کوچوں میں برہنہ پھرتا ہوا دیکھا گیا اس لئے عریان مشہور ہے۔ ۱۲ (باباطاہر کے متعلق بیشتر حالات مسٹر ہیرن ایلن کے دیباچہ سے ماخوذ ہیں)

اب ایک بات باقی رہ جاتی ہے اور وہ یہ کہ بابا طاہر کی رباعیاں کس زبان میں ہیں = بابا طاہر اکثر لُری کہلاتا ہے۔ مسٹر اسٹینگاس نے لُری طاہر تانی لُڑون کے ایک قبیلہ کا نام بتلایا ہے چنانچہ مسٹر کامٹ ڈی گا بینو کا خیال ہے کہ یہ رباعیاں لُری زبان میں ہیں مسٹر شانز کو نے اپنی کتاب موسومہ پاپولر پوئٹری آف پرشیا (مطبوعہ لندن سنہ ۱۸۴۲ء) میں بیان کیا ہے کہ یہ رباعیات ماژندرانی زبان میں ہیں لیکن ہیرن ایلن صاحب آتشکدہ کے ہمخیال ہیں یعنی یہ رباعیات راجی یارے کی زبان میں ہیں جو فارسی زبان کی ایک شاخ ہے اور شمالی ایران سے تعلق رکھتی ہے ۱۲

کلام پر رائے

مسٹر ہیرن ایلن نے بابا طاہر کے حالات بہم پہونچانے میں انتہا درجہ کاوش کی ہے۔ اگرچہ افسوس ہے کہ ان کی یہ سعی مشکور نہیں ہوئی لیکن بابا طاہر کے کلام کے متعلق انہوں نے اپنی رائے نہیں لکھی۔ حالانکہ علمائے مغرب فی زمانا فن تنقید میں عموماً اور خصوصاً ید طولیٰ رکھتے ہیں = خیر ان کے اس فرض کو ہم انجام دیتے ہیں:۔

بابا طاہر کا انداز بیان نہایت سادہ اور صاف ہے جو قدما کی نمایاں خصوصیت ہے۔ کسی بات کو پیچ دے کر نہیں کہتا۔ خیالات بھی زیادہ گہرے اور فلسفیانہ نہیں ہیں۔ اور زیادہ تر جذبات نفسانی اور تاثرات قلبی سے متعلق ہیں۔ اس کے کلام میں بیشتر اُنہیں حالات اور واردات کا ذکر ہے جو عموماً ہر شخص کے لئے ناگزیر ہیں۔ اور جب کوئی اس کا کلام پڑھتا ہے تو اُسے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا یہ خاص اُسی کے خیالات کی ترجمانی اور خود اُسی کے حالات کا بیان ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اس کے کلام کو اس درجہ ہر دلعزیزی اور قبولیت عامہ حاصل ہے۔

طرزِ ادا کی سادگی اور بیساختگی میں لاکھوں بناؤ اور بلا کی دلکشی و دلفریبی ہے۔ دردِ ہجر و فراق۔

غم نصیبی و ایذا کشی اور زار نالی کے مضامین اس کے یہاں بکثرت ہیں۔ اور ان مضامین کو وہ کچھ ایسے موثر پیرایہ اور درد بھرے انداز سے بیان کرتا ہے کہ چوٹ کھایا ہوا دل تڑپ کر رہ جاتا ہے۔ ساتھ ہی کثیر معنی اور طویل مفہوم کو تھوڑے سے لفظوں میں بیان کر دیتا ہے۔ مثلاً محبوب سے یہ کہنا چاہتا ہے کہ:۔

تیرے لئے میرا حال تباہ ہے۔ خانماں آوارہ جنگلوں کی خاک چھانتا پھرتا ہوں۔ رات اس طرح بسر ہوتی ہے کہ سر کے نیچے ایک پتھر رکھا اور زمین پر پڑ رہا بس یہی بالین و بستر ہے۔ مگر یہ سب آخر کس جُرم کی سزا ہے؟ اس جرم کی کہ مَیں تجھ سے محبت کرتا ہوں؟ لیکن یہ جُرم تو اوروں نے بھی کیا ہے۔ اور لوگ بھی تجھ سے محبت کرتے ہیں لیکن اُنہیں تو یہ سزا نہیں ملتی۔ وہ تو تیرے لئے تباہ حال نہیں وہ تو مارے مارے جنگلوں کی خاک چھانتے نہیں پھرتے۔ وہ تو رات کو نرم اور گرم بستروں میں آرام سے سوتے ہیں:۔

اس مضمون کو کس خوبصورتی اور کیسے دردناک پیرایہ میں ادا کیا ہے۔ رباعی

دلم از درد تو دائم غمینہ	بہ بالین خشتم و بستر زمینہ
ہمیں جرمم کہ موتہ دوست دیرم	نہ ہر کت دوست وارہ حالش اینہ

حقیقتاً دوسرا شعر یکسر حسرت و بیکسی کا مرقع اور مجبوری و بے بسی کی بولتی ہوئی تصویر ہے۔

دوسری جگہ کہتا ہے:۔ رباعی

تہ کت ناز ندہ چشموں سُرمہ سایہ	تہ کت بالندہ بالا دلربایہ
تہ کت مشکینہ گیسو در قفایہ	ایبے واجی کہ سرگردون چرایہ

محبوب سے مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ تیری پیاری پیاری سُرمہ آلود آنکھیں۔ تیرا خوشنما قامت۔ تیرے گیسوئے مشکیں کیا یہ سب چیزیں عاشق کو تڑپا دینے والی نہیں ہیں جو تو مجھ سے پوچھتا ہے کہ "بیتاب کیوں ہے"

ایک اور مثال ملاحظہ ہو:۔ رباعی

نسیمے کز بن آں کاکل آیو | مرا خوشتر ز بوئے سنبل آیو
چو شو گیرم خیالش را در آغوش | سحر از بسترم بوئے گل آیو

کہتا ہے کہ کاکل محبوب سے جو خوشبو آتی ہے وہ مجھے سنبل کی خوشبو سے کہیں زیادہ اچھی معلوم ہوتی ہے چونکہ رات کو اس کے خیال سے ہم آغوش ہوتا ہوں اس لئے صبح کو میرے بستر سے پھولوں کی بو آتی ہے فی الحقیقت محبت خیال محبوب کی اس سے بہتر مثال ملنا محال ہے۔ ساتھ ہی مجبوری فراق کا پہلو بھی نہیں چھوٹتا جو اس کی نمایاں خصوصیت ہے۔

ہجر و فراق کے صدمات اور غم کشی وایذا نصیبی کے مضامین کے بعد دوسرا نمبر اُن مضامین کا ہے جن میں باباطاہر نے اپنے معاصی۔ اپنی ناکسی۔ اور اپنی تباہ کاری پر تاسف کے آنسو بہائے ہیں اور خدا سے مغفرت گناہ کی التجا اور دستگیری کی استدعا کی ہے۔ مثالیں ملاحظہ ہوں:۔

موا ز قالوا بلی تشویش دیرم | گنہ از برگ وارون بیش دیرم
چو فردا نومہ خونن نومہ خونن | مو در کف نومہ سر در پیش دیرم

خداوندا کہ بوشم با کہ بوشم | مژہ پر اشک خونین تا کہ بوشم
ہمہ کز در بر انن سوتہ آیم | تو کم از در برانی وا کہ بوشم

اژاں روزے کہ مارا آفریدی | بغیر از معصیت از ما چہ دیدی
خداوندا بحق ہشت و چارت | ز مو بگذر شتر دیدی ندیدی

(ان رباعیات کا ترجمہ متن کیساتھ دیکھو)

ایک رباعی میں باباطاہر نے تعلی بھی کی ہے۔ خواہ اُسے شعرا کی سنت دیرینہ دچار یہ کہئے یا حالت جذب و مستی اور عالم دیوانگی کا نتیجہ۔

موآں بحرم کہ در ظرف آمدستم — موآں نقطہ کہ در حرف آمدستم
بہ ہر الفے الف قدے بر آیہ — الف قدّم کہ در الف آمدستم

کہتا ہے کہ ہزار سال میں ایک فرد یگانہ (جسے اصطلاح میں مجدّد کہتے ہیں) پیدا ہوتا ہے۔ مَیں وہی فرد یگانہ ہوں جس کا ہزار برس میں ظہور ہوا ہے۔

خصوصیات مذکورہ کے علاوہ بابا طاہر کے کلام میں ایک اور بھی خصوصیت ہے جو اپنی کمی کے باوجود نظر انداز کئے جانے کے قابل نہیں اور وہ اس کا مثالیہ انداز ہے۔ سلسلہ طور پر مرزا صائب اس رنگ کا بادشاہ ہے لیکن مثالوں سے واضح ہوگا کہ بابا طاہر کا اس انداز خاص میں کیا مرتبہ ہے۔ پوری رباعیات کے بجائے ہم چند رباعیوں کی صرف ایک ایک بیت نقل کرتے ہیں جن میں کوئی مثال بیان کی گئی ہے۔

زچہ خال رخت ذو دی سیاہہ — ہر آں نزدیک خور بے سوتہ تر بے

پہلے سوال کرتا ہے کہ تم جانتے ہو کہ تمہارے رُخسار کا تل سیاہ کیوں ہے؟ پھر خود ہی جواب دیتا ہے کہ جو شے آفتاب کے قریب ہوتی ہے وہ زیادہ سوختہ ہوتی ہے۔ تمہارا رُخسار بمنزلۂ آفتاب کے ہے اور تل اس کے قریب ہی واقع ہُوا ہے اس لئے جل کر سیاہ ہوگیا ہے =

دل عاشق مثال چوب تر بے — سرے سوژہ سرے خونابہ ریژہ

گیلی لکڑی کا خاصہ ہے کہ جب اس کو آگ میں ڈالتے ہیں تو اس کا جو سرا آگ میں ہوتا ہے وہ تو جلنے لگتا ہے اور دوسرے سرے سے لکڑی کا خون یعنی عرق نکلنے لگتا ہے = کہتا ہے کہ عاشق کا دل بھی چوب تر کی مثل ہے کہ جب ایک طرف سے وہ جلتا ہے تو دوسری طرف سے آنسوؤں کی شکل میں اس کا خون بہتا ہے۔

بسوجم تا بسوجو نم دلت را — در آتش چوب تر تنہا نسوجہ

کہتا ہے کہ قاعدہ ہے کہ گیلی لکڑی تنہا نہیں جلا کرتی ہاں اس کے ساتھ کچھ سوکھی لکڑیاں بھی ڈالدی جائیں تو گیلی سوکھی سب جل جاتی ہیں۔ مَیں چاہتا ہوں کہ تیرے دل میں بھی محبت کی

آگ مشتعل ہو جائے مگر تیرا دل مثل چوب تر کے ہے جس کا تنہا جلنا ممکن نہیں لہذا میں خود بھی جلونگا تاکہ میرے سوز سے تیرا دل بھی آگ لے لے۔

اشعار مندرجہ کے علاوہ بابا طاہر کے اور بھی کتنے ہی اشعار ایسے موجود ہیں جن میں بہت بہت اچھی مثالیں صرف کی گئی ہیں مگر بخوف طوالت ان سے صرف نظر کرنا پڑا۔

بابا طاہر کی متعدد رباعیات میں عیوب قافیہ پائے جاتے ہیں جس سے اس امر کا پتہ چلتا ہے کہ بابائے موصوف کو فن عروض میں چنداں دستگاہ نہ تھی۔ گو یہ درست ہے کہ اس کی رباعیات لوگوں کی زبانی ہم تک پہونچی ہیں اور اس بنا پر یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ حافظہ کی غلطی نے اصلی الفاظ کو بدل کر کچھ کا کچھ کر دیا ہو۔ علاوہ ازیں اس نوسو برس میں کاتبوں کی تحریف و تصرف نے بھی ان کو بہت کچھ مسخ کر دیا ہے چنانچہ متعدد نسخوں کا کثیر اختلاف اس امر کی بیّن شہادت ہے۔ لیکن ان استدلالات کی کوئی وقعت باقی نہیں رہتی جب ہم دیکھتے ہیں کہ بعض ایسی رباعیات بھی موجود ہیں جن میں تحریف کا شبہ نہیں ہو سکتا اور پھر بھی وہ عیوب و اسقام قوافی سے پاک نہیں۔ مثلاً

موآں بحرم کہ در ظرف آمدستم	موآں نقطہ کہ در حرف آمدستم
بہر الفے الف قدے بر آیہ	الف قدم کہ در الف آمدستم

یقیناً بابا طاہر نے اس رباعی کو اسی طرح لکھا ہوگا۔ اور بلاشبہ "الف" ہی قافیہ کیا ہوگا۔ تیسرا مصرع بھی اسی کا مقتضی ہے کہ "الف" قافیہ ہو۔ اور ظاہر ہے کہ بیت اوّل میں ظرف اور حرف قافیہ ہوتے ہوئے "ر" حرف قید ہے جس کا اختلاف کسی طرح جائز نہیں۔ غرضکہ اس رباعی نیز رباعیات نمبر ۸-۱۰-۲۵-۲۶-۳۵-۴۹-۶۰ سے ہمارے اس خیال کی تائید ہوتی ہے کہ بابا طاہر کو فن عروض میں چنداں دستگاہ نہ تھی۔

رباعی چونکہ اقسام نظم میں ایک مختصر اور لطیف چیز ہوتی ہے اکثر لوگ اس کو یاد کر لیتے ہیں لیکن یہ امر مشکل سے محفوظ رہ سکتا ہے کہ کونسی رباعی کس کی ہے۔ چنانچہ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ

ایک شاعر کی رباعیاں دوسرے کے نام سے مشہور ہو گئی ہیں۔ اور اسطرح خلط ملط ہوئی ہیں کہ ان میں امتیاز کرنا دشوار ہے۔ رباعیات کے اکثر مجموعے چھاپے گئے اور ان میں عمر خیام۔ حافظ۔ ابوسعید ابوالخیر۔ جامی وغیرہم کی متعدد رباعیاں ایک دوسرے کے نام سے منسوب ہیں لیکن اگر ہم باباطاہر کی رباعیات کو اس کلیہ سے مستثنےٰ ٹھہرائیں تو کچھ بیجا نہ ہو گا۔ سب سے بڑی وجہ تو یہ ہے کہ باباطاہر کی زبان سب سے جدا ہے اور کسی دوسرے کی زبان سے کوئی مناسبت نہیں رکھتی۔ جس شخص نے باباطاہر کا کچھ کلام دیکھا ہے اُسے بغیر کسی غور و توضیح کے بادی النظر میں صاف طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ کلام کس کا ہے۔

علاوہ اس کے ایک قیاسی دلیل بھی ہم نے اس پر قائم کی ہے کہ باباطاہر کی رباعیات دیگر شعرا کی رباعیات کے ساتھ خلط ملط نہیں ہو سکتیں اور وہ یہ کہ تمام شعرا نے خصوصاً جو رباعی کے اُستاد مانے گئے ہیں رباعیاں اُسی وزن پر کہی ہیں جو رباعی کے لئے مخصوص ہے۔ مگر باباطاہر نے اپنے لئے دوسرا وزن اختیار کیا ہے جو رباعی کے وزن سے بالکل جدا ہے۔ اور تمامتر رباعیاں اسی وزن پر کہی ہیں۔ لہٰذا مندرجہ ذیل تین رباعیوں کو بوجہ اختلاف زبان و وزن میں باباطاہر کا کلام نہیں سمجھتا۔ اگرچہ مسٹر ہیرن ایلن نے ان کو اپنے مجموعہ میں شامل کیا ہے۔

دردیست اجل کہ نیست درماں اورا | بر شاہ و وزیر ہست فرماں اورا
شاہے کہ بحکم دوش کرماں می خورد | امروز ہمی خورند کرماں اورا

کارم ہمہ نالہ و خروش است امشب | نہ صبر پدیداست نہ ہوش است امشب
دوشم خوش بود ساعتے پنداری | کفارۂ خوش دلی دوش است امشب

دی اسپ مرا گفت کہ دراین چہ شک است | کاصطبل تو از زاویہائے فلک است
نہ آب دراں نہ سبزہ و کاہ و جو | ایں جائے ستور نیست جائے ملک است

باباطاہر کی دوبیتیاں یا رباعیاں جو کچھ کہو بحر ہزج مسدس محذوف میں ہیں جس کے ارکان یہ ہیں۔ مفاعیلن۔ مفاعیلن۔ فعولن۔

حالانکہ باباطاہر کی دوبیتیاں رباعی کے مخصوص وزن پر نہیں اور اس بنا پر ہم اصولاً انکو رباعیات نہیں کہہ سکتے بلکہ قطعات کہنا چاہئے لیکن قیامت تو یہ ہے کہ خود اہل ایران بھی باباطاہر کی دوبیتیوں کو رباعیات کے نام سے موسوم کرتے ہیں لیکن میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ کسی بات کا غلط مشہور ہو جانا امر دیگر ہے اور حقیقت نفس الامری چیزے دیگر۔ علاوہ ازیں یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ صرف عوام الناس ہی باباطاہر کی دوبیتیوں کو رباعیات کہتے ہیں نہ کہ مستند اہل علم و مصنفین۔

آخر میں یہ امر بھی واجب الاظہار ہے کہ نسخہ ہذا۔ رباعیات باباطاہر ہیرن ایلن اڈیشن مطبوعہ لندن سنہ ۱۹۰۲ء سے منقول ہے جس کی مدد کے بغیر یقیناً میں یہ ترجمہ اور شرح پیش نہیں کر سکتا تھا۔

جہانتک متن کا تعلق ہے چند جزوی اختلافات کو چھوڑ کر نسخہ ہذا ہیرن ایلن اڈیشن کے بالکل مطابق ہے البتہ رباعیات کی ترتیب میں بہت زیادہ فرق ہے۔ کیونکہ میں نے کل رباعیات کو بہ ترتیب حروف تہجی مرتب کیا ہے۔ ہیرن ایلن اڈیشن میں اس کا التزام نہ تھا۔ اس ضمن میں یہ بات بھی خالی از لطف نہ ہوگی کہ باباطاہر نے صرف ایک رباعی میں اپنا نام صرف کیا ہے اور وہ رباعی حسن اتفاق سے مقطع سخن کے طور پر آخر میں واقع ہوئی ہے۔

یہ دیباچہ نامکمل رہیگا اگر میں اپنے محترم دوست جناب مولوی غلام ناصر خاں صاحب نگار شادانی رام پوری کا تہ دل سے شکریہ ادا نہ کروں جنہوں نے نسخہ ہذا کے دوران ترتیب میں اپنا بہت سا قیمتی وقت بے دریغ میری مدد میں صرف کیا ہے۔

خاک نشین عندلیب شادانی رام پوری

۲۵ فروری سنہ ۱۹۲۴ء۔ لاہور

بسم اللہ الجلیل

در دیست اجل کہ نیست درمان اُورا
بر شاہ و وزیر ہست فرمان اُورا

شاہے کہ بحکم دوش کرمان می خورد [1]
امروز ہمی خورند کرمان اُورا

ترجمہ - موت ایک ایسا درد ہے جس کی کوئی دوا نہیں - (یہ) بادشاہ اور وزیر سب پر یکساں حکمران ہے - جو بادشاہ اپنی حکومت (کے زور) سے کل شہر کرمان پر متصرف تھا آج کیڑے اس کو کھاتے ہیں -

نوٹ - تیسرے اور چوتھے مصرع میں لفظ کرمان کا مختلف المعنی ہونا اور ایک ہی مصدر خوردن کے مختلف صیغوں کے ساتھ اسکی ترکیب ایک لطف خاص رکھتی ہے - تیسرے مصرع میں کرمان سے مراد شہر کرمان اور چوتھے مصرع میں کرمان جمع ہے کرم بمعنی کیڑے کی

شیخ سعدیؒ بوستان کے پہلے باب میں فرماتے ہیں ؎

طمع کردہ بودم کہ کرمان خورم
کہ ناگہ بخورند کرمان سرم

یہ رباعی خالص فارسی زبان میں ہے مضمون کا انداز عمر خیام سے بہت ملتا جلتا ہے - میرے نزدیک یہ باباطاہر کا کلام ہرگز نہیں مگر چونکہ ہیرن ایلن اڈیشن میں موجود ہے جو ایم - اے کے نصاب میں داخل ہے اسلئے اس نسخہ میں بھی اسے شامل کر لیا گیا ۔

کارم ہمہ نالہ و خروش است امشب | نے صبر پدیدست و نہ ہوش است امشب
دوشم خوش بود ساعتے پنداری (۲) | کفّارۂ خوشدلی دوش است امشب

ترجمہ۔ آج رات میں نالہ و فغاں میں مصروف ہوں۔ نہ صبر باقی ہے نہ ہوش۔ کل رات گھڑی بھر خوشی سے گذری تھی۔ گویا آج رات (کی بیقراری) شب گذشتہ کی مسرت کا کفارہ (بدلہ) ہے۔

نوٹ۔ یہ رباعی خالص فارسی زبان میں ہے۔ جہاں تک مجھے تحقیق ہوا ہے یہ رباعی شیخ ابوسعید ابوالخیر کی ہے۔ باباطاہر کو اس سے کوئی علاقہ نہیں۔ ابوسعید ابوالخیر کے مجموعۂ رباعیات مطبوعہ لاہور میں موجود ہے ۱۲



تہ کہ ناخواندۂ علم سمٰوات تہ کہ سُود و زیانِ خود ندونی	(۳۱)	تہ کہ نابُردۂ پے در خرابات بمرودن کے رسی ہیہات ہیہات

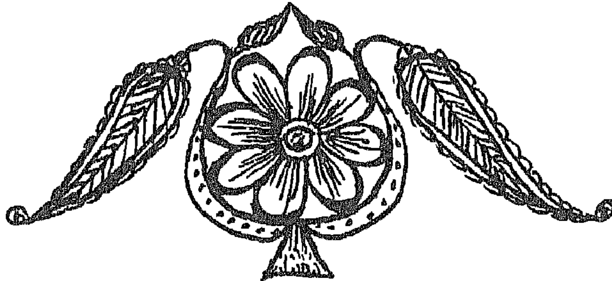
ترجمہ۔ تو کہ تو نے آسمانی علم نہیں پڑھا۔ اور شراب خانہ کا سُراغ نہیں لگایا۔ تو کہ اپنے نفع اور نقصان کو نہیں سمجھتا۔ آہ۔ آہ۔ تو مردان خدا کے مرتبہ پر کب پہنچ سکتا ہے

مصرعِ اوّل و دوم وسوم میں "تہ" بمعنی "تو" استعمال ہُوا ہے۔

طہرانی نسخہ میں دوسرے مصرع میں پے کی بجائے رہ ہے۔

تیسرا مصرع۔ ندونی = ندانی

چوتھا مصرع۔ بمرودن = بمردان۔ بمبی اور طہران اڈیشنوں میں بمردان کی جگہ بیاران ہے۔



دی اسب مرا گفت کہ در این چہ شک است | کا صطبل تو از زاویہ ہائے فلک است
نہ آب دراں نہ سبزہ نہ کاہ و جو (۴۴) | ایں جائے ستور نیست جائے ملک است

ترجمہ۔ کل گھوڑے نے مجھ سے کہا کہ اس میں کیا شک ہے کہ تیرا اصطبل آسمان کا ایک گوشہ ہے۔ نہ اس میں پانی نہ سبزہ۔ نہ گھاس نہ دانہ۔ یہ (مجھ ایسے) چوپایوں کی جگہ نہیں یہ تو فرشتوں کا مقام ہے (ساری رباعی بطریق طنز و تعریض ہے۔ اور مقصود اس سے اپنی انتہائی بے سروسامانی کا بیان ہے)

نوٹ۔ یہ رباعی بھی خالص فارسی زبان میں ہے اور باباطاہر کا کلام نہیں معلوم ہوتی۔



بیتہ یارب بہ بُستان گل مرویاد　　اگر رویاد ہرگز کس مبویاد

بیتہ گر دل بخندہ لب کشایہ　　(۵)　رُخش از خون دل ہرگز مشویاد

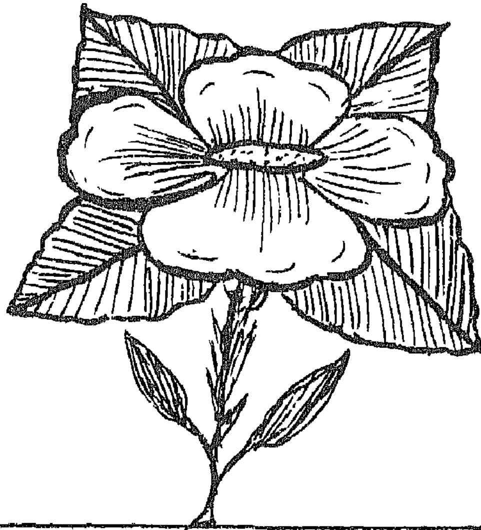
ترجمہ ۔ تیرے بغیر خدا کرے باغ میں پھول نہ اُگے اور اگر اُگے تو ہرگز کوئی اُسے نہ

سُونگھے تیرے بغیر اگر دل ہنسے تو (خدا کرے) اس کا چہرہ ہمیشہ خون آلود ہی رہے

مصرعِ اوّل و سوم ۔ بیتہ = بے تو

مصرع سوم ۔ کشایہ = کشاید ۔ بمبئی اڈیشن میں "کشایہ" کی جگہ "کشاید" ہی

ہے ۔



زدست دیدہ و دل ہر دو فریاذ	کہ ہر چہ دیدہ و بینہ دل کنہ یاذ
بسازم خنجرے نیشش زپولاذ (۶)	زنم بر دیدہ تا دل گردہ آزاذ

ترجمہ۔ آنکھ اور دل دونوں کے ہاتھ سے فریاد ہے۔ اس لئے کہ آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے دل (اُسے) یاد کرتا ہے (ایک اُردو شاعر کہتا ہے ۵ ہوتا ہے بیقرار حسینوں کو دیکھ کر ٭ ایسا دیا تھا کیوں مرے پروردگار دل) میں ایک خنجر بناؤں گا جس کی نوک فولاد کی ہوگی (اور وہ خنجر) آنکھ میں بھونک دونگا تاکہ دل آزاد ہو جائے (یعنی جب آنکھ نابینا ہو جائیگی اور کسی چیز کو نہ دیکھ سکے گی تو دل بھی بیتاب و بیقرار نہ ہوگا)

مصرع اوّل۔ فریاذ = فریاد

مصرع دوم۔ وینہ = بیند ـــ کنہ = کند ـــ یاذ = یاد

مصرع سوم۔ پولاذ = پولاد "بسازم" خالص فارسی ہے اس کے بجائے "بسوجم" ہوتا تو زیادہ مناسب ہوتا

مصرع چہارم۔ گردہ = گردد ـ آزاذ = آزاد

بمبئی اڈیشن میں ہر مصرع کے خاتمہ پر "ذ" کی بجائے "د" ہے اور چوتھے مصرع میں "گردہ" کی بجائے "گردد" ہے۔

(۷)

جُرہ بازے بُدم رفتم بہ نخچیر
سیہ چشمے بزد بر بال مو تیر
برو غافل مچر در کوہساروں
ہر اُون غافل چرہ غافل خرہ تیر

ترجمہ۔ مَیں نر باز تھا۔ شکار کے لئے نکلا تو ایک سیاہ چشم نے میرے باز و پر تیر مار دیا جا!
پہاڑوں میں غفلت سے نہ چر۔ اس لئے کہ جو غفلت کے ساتھ چرتا پھرتا ہے وہ ناگہاں
تیر کھاتا ہے۔

مصرع دوم۔ مو = ما

مصرع سوم۔ کوہساروں = کوہساراں

مصرع چہارم۔ ہراُون = ہر آن ۔ چرہ = چرد ۔ خرہ = خورد

بمبئی اڈیشن میں دوسرے مصرع میں سیہ چشمے کی بجائے سیہ دستے ہے اور مو کی بجائے من
تیسرے مصرع میں کوہساروں کی بجائے جُوکناران اور مچر کی بجائے مچو ہے۔

نوٹ۔ اس رباعی میں قافیہ ندارد ہے کیونکہ دوسرے اور چوتھے دونوں مصرعوں میں "تیر"
کو قافیہ قرار دیا ہے۔ حالانکہ اصول رباعی کو مدنظر رکھتے ہوئے یا تو چاروں مصرعوں
میں ورنہ پہلے دوسرے اور چوتھے مصرع میں لازمی طور پر جُدا جُدا الفاظ کا قافیہ
ہونا ضروری ہے ۱۲

موآں رندم کہ نامم بے قلندر	نہ خون و یرم نہ مون و یرم نہ لنگر
چو روز آیہ بگردم گرد گیتی (۸)	چو شو گردہ بہ خشتے وانہم سر

ترجمہ - میں وہ رند ہوں جس کا نام قلندر رہے - نہ میرے گھر ہے نہ در نہ سامان - جب دن ہوتا ہے دُنیا میں مارا مارا پھرتا ہوں - جب رات ہوتی ہے اینٹ پر سر رکھ (کر سو جاتا) ہوں

مصرع اوّل - مو = "ما" یا "من" - بے = بود

مصرع دوم - خوں = خاں - موں = ماں - خوں موں = خانماں - دیرم = دارم -

مصرع سوم - آیہ = آید

مصرع چہارم شو - شب - گردہ = گردد بمبئی اڈیشن میں گردہ کی بجائے گردد ہی ہے

خانماں بالعموم مرکب ہی مستعمل ہے چنانچہ اس کا املا بھی ملا کر ہی لکھتے ہیں - خان کبھی منفرد بھی استعمال ہوتا ہے مگر ماں ہمیشہ خان کے ساتھ ہی آتا ہے "خان" مخفف ہے خانہ (بمعنی گھر) کا اور ماں بمعنی مسکن - لنگر بمعنی سامان - مسٹر ہیرن ایلن نے لنگر کا ترجمہ بمعنہ لہ مسکن کیا ہے ۱۲

خیال خط و خالت در نشئی یار	(۹)	ز دل نقش جمالت در نشئی یار
کہ خون ریژہ خیالت در نشئی یار		مژہ سازم بگرد دیدہ پرچین

ترجمہ۔ اے محبوب! تیرے حُسن کی تصویر دل سے دُور نہیں ہوتی۔ تیرے خط و خال کا خیال نہیں بھُولتا آنکھوں کے گرد میں پلکوں کا (گھنا) باڑہ لگائے دیتا ہوں تاکہ (اگر) خون بہے تو تیرا خیال دُور نہ ہو (یعنی اگر اشک خونیں جاری ہوں تو ان کے ساتھ تیرا خیال بہ کر نہ نکل جائے)

مصرع اوّل و دوم و چہارم میں "نشئی" بجائے "نشود" استعمال ہُوا ہے۔
مجمع الفصحا میں تیسرے مصرع میں "سازم" کی بجائے "کردم" ہے مگر دونوں مرادف ہیں
تیسرے مصرع میں "ریژہ" بجائے "ریزد" استعمال ہُوا ہے "مجمع الفصحا" میں "کہ خون ریژہ" کی جگہ "کہ خونابہ" ہے جو "خون آید" کی بجائے استعمال ہُوا ہے۔

I will knit my lashes close, o'er wrinkled eyes.

نوٹ۔ مسٹر ہیرن ایلن نے تیسرے مصرع کا ترجمہ اس طرح کیا ہے "پُرشکن آنکھوں پر میں اپنی پلکیں گوندھوں گا" یعنی "پرچین" کو دیدہ کی صفت ٹھہرایا مگر اس صورت میں "مژہ سازم" کا ترجمہ "پلکیں گوندھوں گا" کسی طرح صحیح نہیں۔ "پرچین" بالفتح بائے فارسی بمعنی باڑہ (جو کھیتوں کے گرد حفاظت کی غرض سے لگا دیا جاتا ہے) مشہور ہے میر معزی "تا نگار من ز سنبل بر سمن پرچین نہاد ٭ داغ حسرت بر دل صورت گراں چین نہاد" لہٰذا اس مصرع کی نثر اس طرح ہوگی "بگرد دیدہ مژہ (را) پرچین سازم"

موکہ سر در بیابونوم شو و روز	(۱۰)	سرشک از دیدہ بارونوم شو و روز
نہ تو ویرم نہ جانوم می کرو درد		ہمی ذونم کہ نالونوم شو و روز

ترجمہ - میں رات دن بیابان میں رہتا ہوں - رات دن آنکھوں سے آنسو بہاتا ہوں نہ مجھے بخار ہے نہ میری جان دردمند ہے (بس اتنا) جانتا ہوں کہ دن رات نالہ و فغاں کرتا ہوں

مصرع اوّل - مو = "ما" یا "من" - بیابونوم = بیابانم - شو = شب

مصرع دوم - بارونوم = بارانم - شو = شب -

مصرع سوم - تو = تپ (بخار) جانوم = جانم - میکرو = میکند

مصرع چہارم - ذونم = دانم - نالونوم = نالانم - شو = شب

نوٹ - ہیرن ایلین اڈیشن میں تیسرے مصرع میں "جانوم" کی بجائے "جایوم" ہے جو مجھے صحیح نہیں معلوم ہوتا لہذا میں نے اس کو "جانوم" سے بدل دیا - عندلیب ۱۲

بمبئی اڈیشن میں "ذونم" کی بجائے "دانم" ہے ۔

خداوندا ازبس زارم ازین دل زبس نالیدم از نالیدنم کس!	(۱۱)	شو و روز ان در آزارم ازین دل زمو بستون که بیزارم ازین دل

ترجمہ۔ خداوندا! میں اس دل کے ہاتھوں سخت عاجز ہوں۔ اور رات دن مصیبت میں مبتلا ہوں۔ اپنے نالہ و فغان سے سخت نالاں ہوں۔ کوئی اس دل کو مجھ سے لے لے کیونکہ میں اس سے بیزار ہوں۔

مصرع دوم۔ شو = شب

مصرع چہارم۔ مو = "ما" یا "من"۔ بستون = بستان۔ بمبئی اڈیشن میں "بستان" ہی ہے۔

تیسرے مصرع میں لفظ "کس" بطریق منادی واقع ہوا ہے اور حرف ندا "اے" محذوف ہے۔ اسی لئے مصرع چہارم میں "بستون" امر حاضر کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے ورنہ "بستون" کی جگہ "بستوند" مضارع معروف کا صیغہ واحد غائب ہوتا ۱۲

موام آں آذریں مرغے کہ در حال مصوّر گر کشنہ نقشم بہ دیوار	(۱۲)	بسوجم عالم ار بہ ہم زنم بال بسوجم خونہ از تاثیر تمثال

ترجمہ۔ میں وہ آتشی پرند ہوں کہ اگر میں اپنے پر پھڑپھڑاؤں تو اسی دم دُنیا کو جلا دوں۔ اگر مصوّر دیوار پر میری تصویر کھینچے تو میں اپنی تصویر کی تاثیر سے گھر کو جلا دوں۔

مصرع اوّل۔ موۓ "من" یا "ما"۔ بمبئی اور طہرانی نسخہ میں "موام" کے بجاۓ "منم" ہے

مصرع دوم۔ بسوجم = بسوزم

مصرع سوم۔ کشہ = کشد

مصرع چہارم۔ بسوجم = بسوزم۔ خونہ = خانہ

نوٹ۔ مسٹر ہیرن ایلن کہتے ہیں کہ طہرانی نسخہ میں دوسرے مصرع میں "ہم" نہیں ہے جسکے بغیر مصرع وزن سے گر جائیگا۔ صاحب موصوف اگر "عالم" کو عالمے پڑھتے تو اس اعتراض کی گنجائش باقی نہ رہتی مصرع اس طرح ہوتا۔ ع۔ بسوجم عالمے ار بر زنم بال اور وزن کے عین مطابق۔

مگر شیر و پلنگی اے دل اے دل	(۱۳)	بمو دائم بجنگی اے دل اے دل
اگر دستم فتی خونت وریژم		وونیم تا چہ رنگی اے دل اے دل

ترجمہ۔ اے دل! شائد تو شیر یا چیتا ہے۔ جو ہمیشہ مجھ سے لڑتا رہتا ہے۔ اگر تو میرے ہاتھ لگ جائے تو میں تیرا خون بہادوں اور دیکھوں کہ تو کس رنگ کا ہے (یعنی تو کیا بلا ہے)

مصرع دوم۔ بمو = "بمن" یا "بما"

مصرع سوم۔ وریژم = بریزم

مصرع چہارم۔ وونیم = بہ بینم۔ بمبئی اڈیشن میں "وونیم" کے بجائے "بونیم" ہے۔

نوٹ۔ مسٹر ہیرن ایلن لکھتے ہیں کہ تیسرے مصرع میں "فتی" "افتادی" کی ایک صورت ہے لیکن یہ خیال صحیح نہیں "فتی" مصدر "فتادن" سے فعل مضارع معروف کا صیغہ واحد حاضر ہے اور "افتادی" فعل ماضی مطلق کا صیغہ واحد حاضر ہے۔ اور ہرگز "فتی" اس کا بدل نہیں ہو سکتا ۱۲

دلا پوشم ز ہجرت جامۂ نیل	(۱۴)	کشم بار غمت چوں جامہ بر ذیل
دم از مہرت زنم ہمچوں دم صبح		ازیں دم تا دم صور سرافیل

ترجمہ۔ اے دل میں تیرے فراق میں ماتمی لباس پہنتا ہوں۔ تیرے غم کا بوجھ اس طرح اُٹھاتا

ہوں جس طرح پیش خدمت (لباس شاہی) کے زمین پر گھسٹتے ہوئے پچھلے) دامن

اُٹھاتا ہے۔ اسوقت سے لیکر صور اسرافیل کے پھونکے جانے تک میں اسی طرح

تیری محبّت کا دم بھروں گا جس طرح صبح آفتاب کا دم بھرتی ہے۔

نوٹ۔ ذیل بفتح ذال چاہئے بالکسر غلط ہے۔ مگر بابا طاہر نے بضرورت قافیہ یہ تصرف کیا

ہے جو کسی طرح جائز نہیں۔ البتہ یائے معروف کو یائے مجہول کے ساتھ قافیہ کرنے میں

فارسی والے چنداں لحاظ نہیں کرتے۔

گنه از برگ دارون بیش دیرم	(۱۵)	مو از قالوا بلیٰ تشویش دیرم
مو در کف نومہ سر در پیش دیرم		چو فردا نومہ خونون نومہ خونن

ترجمہ۔ میں "قالوا بلیٰ" سے ڈر رہا ہوں۔ (کیونکہ) درختوں کے پتّوں سے بھی میرے گناہ زیادہ ہیں کل (یعنی فردائے قیامت) جب نامۂ (اعمال) کے پڑھنے والے (میرے) نامۂ (اعمال) کو پڑھینگے تو میں ہاتھ میں (اپنا اعمال) نامہ لئے (شرم کے مارے) سر جھکائے کھڑا ہوں گا۔ (قالوا بلیٰ سے اشارہ ہے روزِ ازل کے اس واقعہ کی طرف کہ خداوند عالم نے کل روحوں کو جمع کر کے فرمایا "الست بربکم" یعنی کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں "قالوا بلیٰ" سب نے کہا ہاں۔ یعنی بلا شبہ تو ہمارا رب ہے۔ شاعر کا منشاء یہ ہے کہ روزِ ازل تو خداوند عالم کی ربوبیت اور خالقیت کا اقرار کیا تھا اور دُنیا میں آکر بیشمار معاصی میں مبتلا رہے لہذا اب یہ خوف دامنگیر ہے کہ قیامت کے دن کس طرح اس کو مُنہ دکھائیں گے)

مصرع اوّل۔ مو="من" یا "ما"۔ دیرم = دارم

مصرع دوم۔ دارون = داران جمع دار بمعنی درخت۔ دیرم = دارم

مصرع سوم۔ چو فردا نامہ خوانان نامہ خوانند۔

مصرع چہارم۔ مو="ما" یا "من"۔ نومہ = نامہ۔ دیرم = دارم

نوٹ۔ مسٹر ہیرن ایلن نے دارون کو اسم واحد قرار دیکر Common Elm-tree درختِ نارونہ۔ اسکا ترجمہ کیا ہے۔ دراصل دارون ایک صورت داران کی ہے جو "دار" بمعنی مطلق درخت کی جمع ہے۔ چنانچہ بمبئی اڈیشن میں دارون کی جگہ داران ہی ہے۔ خود بابا طاہر ایک مقام پر کہتا ہے۔ ع۔ ہر اُون باغے کہ دارش سر بدر بے ۔ غرض دارن مستقلاً کوئی لفظ نہیں ہے ۱۲

خداوندا کہ بوشم باکہ بوشم ہم کز در برانن سو تہ آیم	(۱۶)	مژہ پُر اشک خونین تا کہ بوشم تو کم از در برانی وا کہ بوشم

ترجمہ۔ خداوندا! مَیں کون ہوں اور کن لوگوں میں سے ہوں۔ میری پلکیں خون کے آنسوؤں سے کب تک آلودہ رہینگی۔ سب لوگ مجھے اپنے دروازہ سے نکال دیتے ہیں تو میں تیری طرف آتا ہوں۔ تو مجھے اپنے دروازہ سے نکالدے تو میں کہاں جاؤں

مصرع اوّل۔ بوشم = باشم

مصرع دوم۔ تاکہ = تا کے بمعنی کب تک۔ بوشم = باشم

مصرع سوم۔ ہم = ہمہ مرا۔ برانن = برانند۔ سو تہ = سوئے تو

مصرع چہارم۔ کم = کہ مرا۔ وا = با۔ بوشم = باشم

بایں بے آشیانی برکیانشم ہم از در برانن سو تہ آیم	(۱۷)	بایں بے خانمانی برکیانشم تہ گر از در برانی برکیانشم

ترجمہ۔ اس بے سروسامانی کے ہوتے ہوئے میں کس کے پاس جاؤں؟ اور اس بے خانمانی کی حالت میں کس کے پاس جاؤں؟ سب مجھے (اپنے) در سے نکالدیں تو میں تیری طرف آتا ہوں۔ تو اگر مجھے اپنے در سے نکالدے تو میں کس کے پاس جاؤں؟

مصرع اوّل۔ کیانشم = کیاں شوم (کیاں جمع کہ)

مصرع دوم۔ کیانشم = کیاں شوم (کیاں جمع کہ)

مصرع سوم۔ ہم = ہمہ مرا۔ برانن = برانند۔ سوتہ = سوئے تو

مصرع چہارم۔ تہ = تو۔ کیانشم = کیاں شوم (کیاں جمع کہ)

نوٹ۔ ہیرن ایلن اڈیشن میں تیسرا مصرع "ہم" سے شروع ہوتا ہے جو کسی طرح درست نہیں۔ کیونکہ اس صورت میں مصرع وزن سے گرجائیگا۔

بورہ سوتہ دلوں گرد ہم آئیم ترازو آوریم غمہا بسنجیم	(۱۸)	سخن وا ہم کریم غمہا کشائیم ہر آں سوتہ تریم سنگین ترائیم

ترجمہ۔ اے دل جلو! آؤ ہم (سب) جمع ہوں۔ آپس میں باتیں کریں اور (اپنے)

غموں کو ظاہر کریں۔ ترازو لائیں اور غموں کو تولیں جتنے زیادہ ہم سوختہ ہونگے اتنے

ہی زیادہ ہم وزنی (یعنی بلند مرتبہ) ہونگے۔

مصرع اوّل۔ بورہ = بیائید یا بیا۔ سوتہ دلوں = سوختہ دلان

مصرع دوم۔ وا ہم = باہم۔ کریم = کنیم

مصرع چہارم۔ ہر آں = ہر آنقدر۔ سوتہ = سوختہ

نوٹ۔ اس رباعی میں بھی پہلے اور تیسرے دونوں مصرعوں میں "آئیم" کو قافیہ کیا ہے جو

اصولاً درست نہیں ۱۲

(۱۹)

بوره سوته دلون هون تا بنالیم
زہجران گل رعنا بنالیم

بشیم با بُلبُل شیدا به گلشن
اگر بُلبُل ننالہ ما بنالیم

ترجمہ - ہاں اے دل جلو! آؤ تاکہ ہم (سب مل کر) نالہ کریں (اور) گُل رعنا کے فراق میں روئیں - چمن میں بُلبل شیدا کے پاس جائیں - اگر وہ نالہ نہ کرے تو ہم نالہ کریں ۱۲

مصرع اوّل - بورہ = بیایئد" یا "بیا" - سوتہ دلوں = سوختہ دلاں - ہوں = ہاں

مصرع سوم - بشیم = بشویم = برویم

مصرع چہارم - ننالہ = ننالد۱۰

موآں بحرم کہ در ظرف آمدستم بہ ہر لفے الفِ قدے برآیہ	(۲۰)	موآں نقطہ کہ در حرف آمدستم الفِ قدم کہ در الف آمدستم

ترجمہ۔ میں وہ سمندر ہوں کہ برتن میں آگیا ہوں۔ وہ نُقطہ ہوں کہ حرف میں آگیا ہوں یعنی وحدت سے کثرت میں آگیا ہوں (حضرت علی کا قول ہے۔ العلم نقطۃ واعادۃ فکثرہ الجاہلون) ہر ہزار (سال) میں ایک کشیدہ قامت (یعنی بڑا شخص مراد مجدّد) نمودار ہوتا ہے میں ہی کشیدہ قامت ہوں جس کا ہزار (برس) میں ظہور ہُوا ہے۔

مصرع اوّل۔ مو = "ما" یا "من"۔ بمبئی اڈیشن اور آتشکدہ میں "مو" کے بجائے "من" ہے۔

مصرع دوم۔ مو = "ما" یا "من"۔ بمبئی اڈیشن اور آتشکدہ میں "مو" کے بجائے "من" ہے۔

مصرع سوم۔ الف بمعنی ہزار۔ الف قد بمعنی کشیدہ قامت مراد فرد یگانہ۔ برآیہ = برآید۔

نوٹ۔ پہلے بیت میں "حرف" اور "ظرف" قافیہ ہے لہٰذا "ر" حرف قید ہوا۔ جس کا تغیر و اختلاف جائز نہیں لیکن باباطاہر نے تیسرا قافیہ "الف" اختیار کیا اور "ر" کی قید اُٹھا دی۔ اگرچہ اہل عرب کے نزدیک حرف قید کا اختلاف جائز ہے مگر اہل فارس اس کو عیوب قافیہ میں شمار کرتے ہیں ۱۲

بروئے دلبرے گر مائلستم خدارا ساربون آہستہ میرُن	(۲۱)	مکن منعم گرفتار دلستم کہ مو وا ماندۂ آن قافلستم

ترجمہ۔ اگر میں محبوب کے چہرہ پر مائل ہوں تو تُو مجھے نہ روک اسلئے کہ میں دل سے مجبور ہوں

اے ساربان! خدا کے لئے (ذرا اونٹ کو) آہستہ چلا۔ کیونکہ میں اس قافلہ سے چھوٹکر

پیچھے رہ گیا ہوں۔

مصرع دوم۔ منعم = منع مرا۔

مصرع سوم۔ ساربون = ساربان۔ میرون = میران

مصرع چہارم۔ مو = من" یا "ما"

تینوں قافیوں میں "ستم" دو "ہستم" کا قایم مقام ہے

نوٹ۔ اس رباعی میں بھی قافیہ کا کوئی ہنجار نہیں۔ قافلہ کو بگاڑ کر قافل بنایا ہے اور مائل و

دل کے ساتھ اس کو قافیہ کیا ہے ۱۲

چہ می خواہی ازیں حال خرابم	(۲۲)	دو زلفونت کشم تارِ ربابم
چرا ہر نیمہ شو آئی بخوابم		تہ کہ با مو سرِ یاری نداری

ترجمہ۔ تیری دونوں زُلفوں سے میں اپنے رباب پر تار چڑھاتا ہوں۔ اور اس سے زیادہ تو میری کیا خراب حالت چاہتا ہے (یعنی ایسا بے برگ و نوا ہوں کہ اپنے رباب کیلئے پیسہ کا تار بازار سے نہیں خرید سکتا۔ تیری زُلفوں کو تارِ رباب بناتا ہوں اور اس سے زیادہ تو میری کیا تباہ حالت دیکھنا چاہتا ہے) جب تجھے مجھ سے محبّت کرنیکا خیال نہیں تو پھر ہر آدھی رات کو تو میری خواب میں کیوں آتا ہے۔

مصرع اوّل۔ زلفونت = زلفانت۔ بمبئی اور طہران اڈیشن میں "زلفانت" ہی ہے

مصرع سوم۔ تہ = تو۔ مو = من" یا "ما"۔ طہران اڈیشن میں "تہ کہ با مو" کے بجائے "اگر با من" ہے

مصرع چہارم۔ شو = شب

نوٹ۔ ہیرن ایلن اڈیشن میں تیسرے مصرع میں "با مو" کے بجائے "بمو" ہے جو وزن سے گرتا ہے ۱۲

بورہ یک شو منور کن وثاقم بجفت طاق ابروے تو سوگند	(۲۳)	مہل در محنت روز فراقم کہ مو جفت غم تا از تو طاقم

ترجمہ۔ آ! ایک رات میرے حجرہ کو روشن کر دے۔ مجھے روز ہجر کی تکلیف میں (مبتلا) نہ چھوڑ

تیری دونوں بھنووں کی محرابوں کی قسم جب سے میں تجھ سے جدا ہوں غم میرے ساتھ ہے۔

مصرع اوّل۔ بورہ = بیا۔ شو = شب۔ وثاق بمعنی حجرہ یا کمرہ۔ بمبئی اڈیشن میں پہلا

مصرع اس طرح ہے = بیا یک شو برافروزون اطاقم

مصرع چہارم۔ مو = من" یا "تا" طاق بمعنی ایک۔ اکیلا۔ تنہا۔ بمبئی اڈیشن میں

یہ مصرع اس طرح ہے۔ ع۔ کہ ہم جفت غم تا از تو طاقم۔

مصرع دوم۔ مہل نہی از ہلیدن بمعنی چھوڑنا۔ بمبئی اڈیشن میں یہ مصرع اس طرح ہے

ع۔ مہل در محنت و درد و فراقم۔

مصرع سوم۔ طاق بمعنی محراب۔ بمبئی اڈیشن میں یہ مصرع "بجفت طاق" کے بجائے "بطاق

جفت" سے شروع ہوتا ہے۔

نوٹ۔ ہیرن الین اڈیشن میں چوتھے مصرع میں "تا" نہیں ہے جس کے بغیر مصرع کا وزن

پورا نہیں ہوسکتا۔

اگر آئی بجانت وانوازم	(۴۲)	وگر نائی زہجرانت گدازم
ہر اُدن وردے کہ داری بردلم نہ		بمیرم یا بسوجم یا بسازم

ترجمہ۔ اگر تو آئے تو جان سے تجھے نوازوں (یعنی جان تجھ پر قربان کروں) اور اگر تو نہ آئے

تو میں تیرے فراق میں گھلتا ہوں۔ جو درد بھی تیرے پاس ہو تو اُسے میرے دل پر رکھدے

چاہے میں مروں یا جلوں یا (اُسے) برداشت کروں۔

مصرع سوم۔ ہر اُدن = ہر آن۔ بمبئی اڈیشن میں بھی "ہر آن" ہی ہے مگر طہران اڈیشن

میں "ہر اُدن" کے بجائے "بیا" ہے۔

مصرع چہارم۔ بسوجم = بسوزم۔ طہرانی نسخہ میں بسوزم ہی ہے بمبئی اور طہران

اڈیشن میں تینوں قافیوں میں "ژ" کے بجائے "ز" ہے۔

نوٹ۔ مسٹر ہیرن ایلن نے پہلے مصرع میں "بجانت" کا ترجمہ "By thy life" تیری

جان کی قسم" کیا ہے۔ لیکن بجانت میں بائے قسمیہ نہیں بلکہ بائے واسطہ ہے اور

جان سے مراد خود متکلم کی اپنی جان ہے۔ پس "بجانت وانوازم" کے معنی "بجانِ

(خود) وانوازمت" ہونگے ۱۲

بشم از چین و ماچین دیر تر شم کہ ایں دیرے بسہ یا دیر تر شم	(۲۵)	بشم واشم ازیں عالم بدر شم بشم از حاجیاں حج بہ پرسم

ترجمہ۔ میں جاتا ہوں۔ رخصت ہوتا ہوں۔ اس دُنیا سے باہر نکلا جاتا ہوں۔ جاتا ہوں چین و ماچین سے بھی پرے چلا جاتا ہوں۔ جاتا ہوں۔ حاجیوں سے پوچھوں گا کہ یہ دوری کافی ہے یا ابھی اور دُور جاؤں۔

مصرع اوّل۔ بشم = بشوم بمعنی بروم۔ شم = شوم

مصرع دوم۔ بشم = بشوم بمعنی بروم۔ دیر = دور۔ شم = شوم۔

مصرع چہارم۔ بشم = بشوم بمعنی بروم۔ دیری = دُوری۔ بسہ = بس است

دیر = دور۔ شم = شوم بمعنی روم

نوٹ۔ اس رباعی میں بھی قافیہ درست نہیں۔ دوسرے اور چوتھے دونوں مصرعوں میں ایک ہی لفظ "دیر" کو قافیہ کیا ہے

سخون اتہ کرن وِاتہ تشینن	(۲۶)	خرم آنان کہ ہرزامان تہ وینن
بشم آنوں بو نیم کہ تہ وینن		گرم پائے نہ بے کایم تہ وینم

ترجمہ۔ خوش ہیں وہ لوگ جو ہر وقت تجھے دیکھتے ہیں۔ تجھ سے ہمکلام ہوتے ہیں اور تیرے پاس بیٹھتے ہیں۔ اگر مجھے یہ قدرت حاصل نہیں کہ آؤں اور تجھے دیکھوں تو میں جاتا ہوں اور اُنہیں دیکھوں گا جو تجھے دیکھتے ہیں۔

مصرع اوّل۔ ہرزامان تہ وینن = ہر زمان ترا بینند

مصرع دوم = سخن باتو کنند باتو نشینند۔

مصرع سوم۔ گرم = اگر مرا۔ بے = بود۔ تہ وینم = ترا بینم

مصرع چہارم۔ بشم = بشوم بمعنی بروم۔ آنون = آنان۔ بونیم = ببینم۔ تہ وینن = ترا بینند

نوٹ۔ اس رباعی میں بھی قوافی سُقم سے پاک نہیں کیونکہ پہلے مصرع میں بھی "وینن" قافیہ ہے اور چوتھے مصرع میں بھی ۱۲

اگر مستانِ مستیم از تہ ایموں اگر گوریم و ترسا ار مسلموں	(۲۷)	وگر بے پا و دستیم از تہ ایموں بھر ملّت کہ ہستیم از تہ ایموں

ترجمہ۔ اگر ہم سرمست ہیں تو بھی ہم تیرے ہی ہیں اور اگر ہم بے دست و پا ہیں تب بھی ہم تیرے ہی ہیں۔ خواہ ہم آتش پرست ہیں۔ خواہ یہودی ہیں۔ خواہ مسلمان ہیں جس مذہب میں بھی ہیں ہم تیرے ہی ہیں۔

مصرع اوّل و دوم و چہارم۔ از تہ ایمون = از تو ایم ما۔

مصرع سوم۔ گور = گبر۔ مسلمون = مسلمان

بمبئی طہران اڈیشنوں نیز دیگر نسخوں میں "ایموں" کے بجائے "ایمان" ہے۔ پہلے مصرع میں بمبئی اڈیشن میں "تہ" کے بجائے "تو" ہے۔ تیسرے مصرع میں بمبئی اڈیشن اور آتش کدہ دونوں میں "گور" کی بجائے "گبر" ہے۔ ہیرن ایلن اڈیشن میں "ار" کے بجائے صرف "و" ہے۔ آتشکدہ اور ایک قلمی نسخہ میں "ترسا" کے بجائے "ترسا" ہے۔ بمبئی اڈیشن میں تیسرا مصرع اس طرح ہے۔ ع "اگر ہندو اگر گبر ار مسلمان" معلوم ایسا

ہوتا ہے کہ ہر کاتب نے اپنی مرضی کے مطابق اصلاح کی ہے۔ بمبئی اور طہران اڈیشن

میں چوتھے مصرعہ میں "تہ" کے بجائے "تو" ہے۔

نوٹ۔ مسٹر ہیرن ایلن اس رباعی کو مطلق نہیں سمجھے یا یوں کہئے کہ بالکل غلط سمجھے "ازتہ ایمون"

کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔ *Thou art our Faith* "تو ہمارا ایمان ہے" پھر

حاشیہ زیرین میں اس کی تشریح اس طرح کرتے ہیں *Perhaps we should*

read instead of ایمان *Faith* امان *Quarter or mercy in which case the line would end "(we ask) quarter from thee."*

یعنی شاید "ایمان" کی جگہ "امان" پڑھنا چاہئے اس صورت میں

"ازتہ ایمون" کے یہ معنی ہونگے

کہ (ہم) تجھ سے امان (طلب کرتے ہیں) تم قولہ۔ ایلن صاحب نے "ایمان" (ایمون)

کو "امان" بنا کر اور بھی غیر محفوظ راستہ اختیار کیا کیونکہ اس صورت میں صرف معنی کا

ہی خون نہیں ہوا بلکہ وزن بھی غلط ہو گیا۔ دراصل ایمون = ایم مابمعنی ہم ہیں ۱۲

نوائے نالہ غم اندوتہ ذونو	(۲۸)	عیارِ زرِ خالص پوتہ ذونو
بورہ سوتہ دلون واہم بنالیم		کہ حال سوتہ دل۔ دل سوتہ ذونو

ترجمہ۔ نالہ کی آواز غمزدہ ہی جانتا ہے (یعنی پہچانتا ہے) خالص سونے کی چاشنی کٹھالی (گھریا) ہی جانتی ہے۔ اے دل جلو! آؤ ہم (سب ملکر) نالہ کریں اسلئے کہ دل جلے کا حال دل جلا ہی جانتا ہے

مصرع اوّل۔ اندوتہ = اندوختہ۔ ذونو = وانار

مصرع دوم۔ پوتہ = بوتہ بمعنی کٹھالی یا گھریا یعنی مٹی کا وہ ظرف جس میں رکھ کر زرگر سونا یا چاندی پگھلاتے ہیں۔ ذونو = واند

مصرع سوم۔ بورہ = "بیائید" یا "بیا" سوتہ دلوں = سوختہ دلاں۔ واہم = باہم۔

مصرع چہارم۔ سوتہ = سوختہ۔ ذونو = واند

نوٹ۔ مسٹر ہیرن ایلن نے "پوتہ" کا ترجمہ "Assayer" "جانچنے یا پرکھنے والا" کیا ہے۔ دراصل یہ لفظ "بوتہ" ہے اور مٹی کے اس ظرف کو کہتے ہیں جس میں ڈال کر زرگر سونا یا چاندی پگھلاتے ہیں۔ اور زرگروں کی اصطلاح میں اسے کٹھالی (گھریا) کہتے ہیں۔ حکیم اسدی ایک چشمے اور اس کے پانی کی صفائی کی تعریف میں کہتا ہے۔ ؎

یکے چشمہ چوں چشم روشن بہ رنگ　　چو از آئینہ پاک بزدودہ زنگ
تو گفتی یکے بوتہ بد ساختہ　　بجوش اندران سیم بگداختہ　　(از انجمن آرا)

مسٹر ہیرن ایلن کہتے ہیں کہ "پوتہ" دراصل پوختہ ہے۔ اندوختہ اور سوختہ جس طرح اندوتہ اور سوتہ بن گئے اسی طرح پوختہ سے پوتہ رہ گیا اور پھر پوتہ کا ترجمہ Assayer کیا ہے ہم نہیں کہہ سکتے کہ ان کی اس تحقیق کا ماخذ کیا ہے ۱۲

دلے دیرم کہ بہبوذش نمی بو	(۲۹)	نصیحت می کرم سوذش نمی بو
بباذش می دہم نش می برہ باذ		بر آتش می نہم دوذش نمی بو

ترجمہ۔ میں ایسا دل رکھتا ہوں جو عافیت سے محروم ہے نصیحت کرتا ہوں مگر اُسے کچھ فایدہ نہیں ہوتا۔ میں اُسے ہوا میں پھینکتا ہوں مگر ہوا بھی اسکو نہیں لیجاتی۔ آگ میں ڈالتا ہوں تو اس میں سے دُھواں بھی نہیں اُٹھتا (یعنی آگ بھی اس کو نہیں جلاتی)

مصرع اوّل۔ دیرم = دارم۔ بہبوذ = بہبود۔ نمی بو = نمی بود

مصرع دوم میکرم = میکنم۔ سوذ = سود۔ نمی بو = نمی بود۔

مصرع سوم۔ بباذش میدہم = اُورا بہ باد میدہم۔ نش = نہ اش = نہ اُورا۔ میبرہ = میبرد

مصرع چہارم۔ دُوذ = دود یعنی دھواں۔ نمیبو = نمی بُود

بعض نسخوں میں "ذ" کے بجائے دال ہے۔ مجمع الفصحا کے علاوہ سب نسخوں میں پہلے مصرع میں "دیرم" کے بجائے "دارم" ہے۔ ہیرن ایلن اڈیشن میں تیسرے مصرع میں "میبرہ" کی جگہ "می برد" ہے مگر مجمع الفصحا میں "می برہ" ہی ہے اور میں نے اُسی کو ترجیح دی ہے۔ مجمع الفصحا میں چوتھے مصرع میں "آتش" کے بجائے "آذر" ہے مگر دونوں لفظ ہم معنی ہیں ۱۲

زِ بَاغم جز گُلِ ماتم نہ رِدِیو گِیاہ نا امیذی ہم نہ رِدِیو	(۳۰)	زِ کشتِ خاطرم جز غم نہ رویِیو زِ صحرائے دلِ بے حاصلِ مو

ترجمہ۔ میرے دل کے کھیت میں غم کے سوا اور کچھ نہیں اُگتا۔ میرے باغ میں "ماتم کے پھول" کے علاوہ اور کچھ نہیں اُگتا۔ میرے بنجر دل کے جنگل میں ناامیدی کی گھاس تک نہیں اُگتی (رِدِیو = رُوید)

مو = "ما" یا "من"

ناامیذی = ناامیدی

بمبئی اور طہران اڈیشن میں سب جگہ "رِدِیو" کے بجائے "رُوئی" ہے۔ بعض نسخوں میں "مو" کی جگہ "من" اور "ناامیذی" کے بجائے "ناامیدی" ہے۔

نوٹ۔ ہیرن ایلن اڈیشن میں دوسرے مصرع میں "جز" کے بجائے "بجز" ہے مگر اس صورت میں مصرع تقطیع سے گر جائیگا ۱۲

نسیمے کز بن آں کاکل آیو	(۴۱)	مرا خوشتر ز بوئے سنبل آیو
بہ شو گیرم خیالش را در آغوش		سحر از بسترم بوئے گل آیو

ترجمہ۔ اس کے کاکل سے جو ہوا آتی ہے وہ مجھے سنبل کی خوشبو سے بھی اچھی معلوم ہوتی ہے۔
رات کو میں اس کے خیال سے ہم آغوش ہوتا ہوں۔ صبح کو میرے بستر سے پھولوں کی
خوشبو آتی ہے۔

مصرع اوّل و دوم و چہارم۔ آیو = آید

مصرع سوم۔ شو = شب

مجمع الفصحاء اور آتشکدہ میں "آیو" کے بجائے "آید" ہے اور بمبی اور طہران اڈیشنوں
میں "آبی" ہے

مجمع الفصحا۔ آتشکدہ۔ نیز بمبی اور طہران اڈیشن میں دوسرا مصرع
"چو شو" سے شروع ہوتا ہے۔ اور بعض نسخوں میں تیسرے مصرع میں "خیالش" کے
بجائے "خیالت" ہے ۱۲

بیته اشکم ز مژگان تر آیو بیته در کنج تنهائی شو و روز	(۳۲)	بیته نخل امیدم بے بر آیو نشینم تا که عمرم بسر آیو

ترجمہ - تیرے فراق میں میری نمناک پلکوں سے آنسو گرتے ہیں - تیرے بغیر میرا درخت امید بے ثمر ہوتا ہے - تیری جدائی میں رات دن گوشۂ تنہائی میں بیٹھا رہتا ہوں تاکہ میری عمر ختم ہو جائے -

مصرع اوّل و دوم و سوم - بیته = بے تو - آیو = آید - شو = شب - طہران اور بمبئی ایڈیشن میں "آیو" کے بجائے "آید" ہے اور صرف بمبئی ایڈیشن میں پہلے مصرع میں "ز مژگان" کی جگہ "بمژگان" ہے - طہران ایڈیشن میں دوسرے مصرع میں "امیدم" کے بجائے "حیاتم" ہے - اور تیسرے مصرع میں "شو و روز" کے بجائے "ہمہ عمر" ہے اور چوتھے مصرع میں "کہ عمرم" کی جگہ "حیاتم" ہے ۱۲

بلا یہ دل بلا یہ دل بلا یہ اگر چشموں نہ وینین روئے زیبا	(۳۴)	گنہ چشموں کرون دل مبتلا یہ چہ ذونو دل کہ خوبوں در کجا یہ

ترجمہ بلا ہے دل بلا ہے دل بلا ہے — خطا آنکھیں کریں دل مبتلا ہے

اگر آنکھیں حسینوں کو نہ دیکھیں — تو دل کیا جانے کس جا دلربا ہے

مصرع اوّل۔ بلایہ = بلا است بعض نسخوں میں "بلا است" ہی ہے

مصرع دوم چشمون = چشمان۔ مبتلایہ = مبتلا است۔ بعض نسخوں میں "مبتلا است" ہی ہے کرون = کنند (بجائے کنند)

مصرع سوم چشموں = چشمان۔ وینین = بینند

مصرع چہارم۔ ذونو = داند۔ خوبون = خوبان۔ کجایہ = کجاست (بجائے کجا اند) بعض نسخوں میں "کجاست" ہی ہے

طہران اڈیشن میں دوسرے مصرع میں "کرون" کے بجائے "کرذ" ہے اور دیگر نسخوں میں "کرن" ہے۔ بمبئی اڈیشن اور آتشکدہ میں تیسرے مصرع میں "نہ وینین" کے بجائے "نہ دیبے" ہے۔ طہران اڈیشن میں تیسرا مصرع اس طرح ہے "اگر چشمان نہ کردے دیدہ بانی" اور چوتھا اس طرح "چہ دانستے دلم خوبان کجائے"

بعالم ہمچو مو پروانۂ نہ ہمہ مارون و مورون لانہ دیرن	(۳۴)	جہاں را ہمچو مو دیوانۂ نہ من بیچارہ را ویرانۂ نہ

ترجمہ۔ دُنیا میں مجھ سا پروانہ نہیں۔ عالم میں مجھ سا دیوانہ نہیں۔ مور و مار (چیونٹی اور سانپ یعنی کیڑے مکوڑے) سبھی گھر رکھتے ہیں۔ مجھ خستہ حال کو (گھر تو گھر) ویرانہ بھی نصیب نہیں + نہ = نیست۔ مو = "ما" یا "من"

مصرع سوم۔ مارون = ماران۔ مورون = موران۔ لانہ = بل۔ سوراخ۔ بھٹ + دیرن = دارند۔

بعض نسخوں میں دوسرے مصرع میں "جہان را" کے بجائے "بعالم" ہے اور چوتھے مصرع میں "بیچارہ" کے بجائے "دیوانہ"



(۳۵)

اگر دل دلبرہ دلبر چہ نومہ
دل و دلبر بہم آمیتہ ویرم

وگر دلبر دلہ دل از چہ نومہ
ندونم دل کہ و دلبر کدومہ

ترجمہ۔ اگر دل ہی دلبر ہے تو پھر دلبر کیا نام ہے (یعنی اگر دل ہی دلبر ہے تو پھر دلبر کس شے کا نام ہے) اور اگر دلبر ہی دل ہے تو پھر دل (کا) نام (دل) کیوں ہے۔ میرا دل اور دلبر (دونوں اس طرح آپس میں) ملے ہوئے ہیں (کہ) میں نہیں جانتا کہ (ان دونوں میں) دل کونسا ہے اور دلبر کونسا ہے۔

مصرع اوّل۔ دلبرہ = دلبر است۔ نومہ = نام است۔ طہران اڈیشن میں یہ مصرع اس طرح ہے۔ ع "اگر دل دلبر و دلبر کدامست"۔ باقی نسخوں میں "کدامست" کے بجائے "کدامے" ہے۔

مصرع دوم۔ دلہ = دل است۔ نومہ = نام است۔ طہران اڈیشن میں یہ مصرع اس طرح ہے ع "وگر دلبر دل و دلرا چہ نام است"۔ دیگر نسخے میں "دل از" کے بجائے "دل را" ہے اور "چہ نام است" کی جگہ "چہ نامے" ہے۔ نیز "دلہ" کے بجائے "دلے" ہے۔

مصرع سوم۔ آمیتہ = آمیختہ۔ ویرم = دارم۔ دیگر نسخوں میں "ویرم" کے بجائے "وینم" (بینم) ہے۔

مصرع چہارم۔ ندونم = ندانم۔ کہ = کہ است۔ کدومہ = کدام است۔ آتشکدہ اور بمبئی و طہران اڈیشن میں "کدامے" ہے اور ہیرن ایلن اڈیشن میں "کرومہ" مگر ہم نے "کدومہ" کو "کرومہ" پر ترجیح دی ہے۔

نوٹ۔ اس رباعی میں بھی قافیہ کا کوئی لحاظ نہیں کیا گیا۔ بیت اوّل کے دونوں مصرعوں میں ایک ہی لفظ "نومہ" کو قافیہ کیا ہے ۱۲

ہزار است دل بغارت بردہ و بیشہ ہزاراں داغ و بیش از و بیشم اشمرت	(۳۶)	ہزار انت جگر خوں کردہ و بیشہ ہنی نشمر تہ از اشمردہ و بیشہ

ترجمہ۔ تو نے ہزاروں سے زیادہ دل لوٹ لیئے۔ ہزاروں سے زیادہ جگر خون کردئے (تیرے دیئے ہوئے) ہزاروں سے زیادہ داغ تو میں گن چکا۔ مگر جتنے داغ ابھی گننا باقی ہیں وہ ان شمار کیئے ہوؤں سے زیادہ ہیں۔

مصرع اوّل۔ و بیشہ = بیش است۔ اس مصرع کی نثر اس طرح ہوگی "دل بغارت بردۂ تو از ہزار بیش است"۔ وقس علی ہذا۔ مجمع الفصحاء اور طہران اڈیشن میں "و لیش" اور آتشکدہ اور بمبئی اڈیشن میں "بیشہ" ہے۔ مجمع الفصحاء اور طہران اڈیشن میں "بردہ" کے بجائے "بُرتہ" اور آتشکدہ اور بمبئی اڈیشن میں "ورتہ" ہے۔ دوسرے مصرع میں بھی یہی حال ہے۔

مصرع سوم۔ طہران اڈیشن میں "اشمرت" کی بجائے صرف "اشمر" ہے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ مختلف کاتبوں نے اس مصرع کے لکھنے میں غیر معمولی آزادی اور خود رائی سے کام لیا ہے اور غالباً اسکی وجہ یہ ہے کہ اسکا مطلب نہیں سمجھے۔ مجمع الفصحا میں "و بیشم" کے بجائے "بیشم" ہے آتشکدہ اور بمبئی اڈیشن میں "و بیش از و بیشم" کے بجائے "ریش از بیشم" ہے۔

بیش از و بیشم اشمرت = بیش از بیش شمردم۔ و بیشم اشمرت = و بیش اشمر تم = بیش شمردم۔

مصرع چہارم۔ ہنی = ہنوز۔ نشمر تہ = نہ شمردہ۔ و بیشہ = بیش است۔ مجمع الفصحا میں "ہنی" کے بجائے "ہنی" ہے۔ ہیرن ایلن اڈیشن میں "اشمردہ" کے بجائے "اشمر تہ" ہے۔ دیگر نسخ میں بھی یہی حال ہے لیکن اس صورت میں قافیہ غلط ہو جائیگا ۱۲

پریشاں سنبلاں پرتاو مکّہ	(۳۷)	خماریں نرگساں خوناو مکّہ
وڑینی تہ کہ مہراز ما وڑینی		وریبہ روزگار اشتاو مکّہ

ترجمہ۔ اپنی بل کھائی ہوئی زُلفوں کو پریشان نہ کر۔ مخمور آنکھوں کو رو رو کر سُرخ نہ کر اگر تو اس پر آمادہ ہے کہ ہم سے محبّت قطع کرلے تو جلدی نہ کر کیونکہ زمانہ خود اس پر (یعنی ہمارے پیوند محبّت کے قطع کرنے پر) آمادہ ہے۔

مصرع اوّل۔ پرتاو = پُرتاب۔ مکّہ = مکن۔ بعض نسخوں میں "پرتاب" ہے۔

مصرع دوم۔ خوناو = خوناب۔ مکّہ = مکن۔ بعض نسخوں میں "خوناو" کی جگہ "پرخواب" ہے۔

مصرع سوم۔ وڑینی = برینی = بر این ہستی۔ وڑینی = برینی از بریدن۔ بجائے بُری (قطع کنی) استعمال ہوا ہے۔

مصرع چہارم۔ وریبہ = بر این است۔ اشتاو = شتاب۔ مکّہ = مکن ۱۲

دلت اے سنگدل بر ما نسوجہ بسوجم تا بسوجونم دلت را	(۳۸)	عجب نبوہ اگر خارا نسوجہ در آتش چوب تر تنہا نسوجہ

ترجمہ۔ اے سنگدل! تیرا دل ہماری حالت پر نہیں کُڑھتا۔ (ہاں بیشک) اگر سنگ خارا نہ جلے تو کیا تعجب ہے۔ (دوسرا مصرع بطریق تعریض ہے یعنی چونکہ تیرا دل۔ دل نہیں بلکہ سنگ خارا ہے لہذا وہ کسی کی تکلیف پہ کاہے کو پسیجنے لگا)۔ میں جلوں گا تاکہ تیرے دل میں بھی (محبت کی) آگ بھڑک اُٹھے۔ کیونکہ گیلی لکڑی تنہا نہیں جلا کرتی (یعنی جب گیلی لکڑی کو جلانا مقصود ہو تو اس کے ساتھ کچھ سوکھی لکڑیاں بھی آگ میں ڈالنا چاہئیں اس طرح گیلی سوکھی سب مل کر جل جائینگی پس چونکہ تو بمنزلہ چوب تر ہے اور مجھے تیرے دل میں آگ لگانا مقصود ہے لہذا میں۔ جو کہ چوب خشک کی مانند ہوں۔ خود ہی جلو نگا تاکہ اس طرح تیرے دل میں بھی شعلہ محبت بھڑک اُٹھے۔

نسوجہ = نسوزد۔ نبوہ = نبود۔ بسوجم = بسوزم۔ بسوجونم = بسوزانم۔

طہرانی اڈیشن میں "نسوجہ" کی جگہ "نسوجے" ہے اور بمبئی اڈیشن میں "نسوتے" ہے۔

چوتھے مصرع میں بمبئی اور طہران اڈیشن میں "آتش" کے بجائے "آذر" ہے ۱۲

دلے دیرم ز عشقت گیژ و ویژ	(۳۹)	مژه بر ہم زنم سیلاب خیژه
دل عاشق مثال چوپ تر بے		سرے سوژه سرے خونابه ریژه

ترجمہ۔ میرا دل تیرے عشق میں پریشان و سرگردان ہے۔ پلک مارتے ہی (آنسوؤں کا)
سیلاب جاری ہو جاتا ہے۔ عاشق کا دل گیلی لکڑی کی شکل ہوتا ہے کہ اس کا ایک
سرا جلتا ہے اور دوسرے سرے سے خون بہتا ہے (قاعدہ ہے کہ گیلی لکڑی جب
جلتی ہے تو اس کے اس سرے سے جو آگ میں نہیں ہوتا لکڑی کا عرق نکلتا ہے
اسی طرح دل عاشق جو چوب تر کی مانند ہے جب ایک طرف سے جلتا ہے تو دوسری
طرف سے آنسوؤں کی شکل میں اس کا خون بہتا ہے)

مصرع اول۔ دیرم = دارم۔ گیژ = گیج بمعنی پریشان خاطر۔ ویژه = ویژ است
اور ویژ = ویج جو گیج کا تابع مہمل ہے۔ طہران اڈیشن میں یہ مصرع اس طرح ہے۔
رع۔ دلم از دست خوبان گیج و ویج" اور آتشکدہ اور بمبئی اڈیشن میں بھی ایسا ہی
ہے مگر مؤخر الذکر دونوں نسخوں میں دست کے بجائے عشق ہے۔

مصرع دوم - سیلا بہ خیزہ = سیلا بہ خیزد است - طہران اڈیشن میں اس طرح ہے -

"گہے سوجہ بر آتش گہ بر بجہ" (سوجہ = سوزد - بر بجہ = بر بزد)

مصرع سوم - بے = بود - بمبئی اڈیشن اور آتشکدہ میں "مثال" کے بجائے "بسان" ہے -

چوپا = چوب -

مصرع چہارم - سوژہ = سوزد - ریژہ = ریزد

آتشکدہ میں قوافی اس طرح ہیں - (۱) وبجے (۲) بجیجے (۳) رتبجے -

نوٹ - مسٹر ہیرن الین نے مصرع اوّل میں "گیژ و ویژہ" کی تشریح اس طرح کی ہے کہ "گیژ" ایک لفظ مانا ہے اور "وویژہ" دوسرا - حالانکہ اس مقام پر "وویژہ" ہرگز کوئی لفظ نہیں ہو سکتا - صحیح قرات "ویژہ" ہے اور دوسرا "و" "گیژ" اور "ویژہ" کے درمیان عطف ہے - پھر لکھتے ہیں کہ "وویژہ" اصل میں "بیرد" تھا - نہ معلوم صاحب موصوف نے "بیرد" کے کیا معنی سمجھے ۱۲



بِپتہ یکدم دلم خرم نمونہ اگر درد دلم قسمت نموین	(۴۰)	وگر روئے تو وینیم غم نمونہ دلے بے درد در عالم نمونہ

ترجمہ۔ تیرے بغیر میرا دل دم بھر بھی خوش نہیں رہتا۔ اور اگر تجھے دیکھ لوں تو پھر غم نہیں رہتا اگر میرا دردِ دل تقسیم کیا جائے تو دُنیا میں کوئی دل درد سے خالی نہ رہے (اس سے میرے دردِ دل کی کثرت کا اندازہ ہو سکتا ہے)

مصرع اوّل۔ بِپتہ = بے تو۔ نمونہ = نماند۔ بعض نسخوں میں "نمانے" ہے۔

مصرع دوم۔ وینیم = بینم۔ نمونہ = نماند۔

مصرع سوم۔ نموین = نمایند۔

مصرع چہارم۔ نمونہ۔ نماند۔



تہ کت بالندہ بالا دلربا یہ ابی واجی کہ سر گردون چرا یہ	(۱۴)	تہ کت نازندہ چشمون سُرمہ سا یہ تہ کت مشکینہ گیسو در قفا یہ

ترجمہ۔ تُو کہ تیری پیاری آنکھیں سُرمہ آلود ہیں۔ تو کہ تیرا قامت کشیدہ خوشنما ہے تو کہ تیرے گیسوے مشکین تیری گردن پر پڑے ہیں۔ کیا تو مجھ سے پوچھتا ہے کہ "سر گردان کیوں ہے"؟ (یعنی تیری پیاری پیاری سُرمہ آلود آنکھیں۔ تیرا خوشنما قامت۔ تیرے گیسوے مشکین۔ کیا یہ سب چیزیں مجھے بیقرار و مضطرب کرنے والی نہیں ہیں جو تو مجھ سے میرے اضطراب کی وجہ پوچھتا ہے)

مصرع اوّل۔ تہ کت = تو کہ ترا۔ بعض نسخوں میں قافیے اس طرح ہیں (۱) سُرمہ سائے۔ (۲) دلربائے (۳) چرائے۔ چشمون = چشمان۔ سُرمہ سا یہ = سُرمہ سا است۔

نوٹ۔ مسٹر ہیرن ایلن نے چوتھے مصرع کا عجیب و غریب ترجمہ کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

Why passest thou unheeding? Art thou dumb?

"تو بے پروائی کے ساتھ کیوں گذرا جاتا ہے؟ کیا تو بہرا ہے؟" سمجھ میں نہیں آتا کہ صاحب موصوف نے "بہرا" کس لفظ کے معنی کیے اور "بے پروائی کیساتھ گذرنا" کس شے کا ترجمہ ہے۔ "واچیدن" کے معنی ہیں شنیدن۔ شاید "بے واج" کو اسم فاعل سماعی قیاس کر کے "Dumb" "ناشنو یا بہرا" ترجمہ کیا مسٹر اسٹینگاس نے اپنی مشہور فارسی ڈکشنری میں "ابیواجی" کا ترجمہ Do you ask me? "کیا تم مجھ سے پوچھتے ہو" کیا ہے۔ جو بالکل درست ہے۔ خود اس رباعی سے بھی اسکی تائید ہوتی ہے

بہ بالین خشتم و بستر زمینہ	(۴۲)	دلم از درد تو دائم غمینہ
نہ ہر کت دوست دارہ حالش اینہ		ہمیں جرمم کہ موتہ دوست دیرم

ترجمہ۔ میرا دل تیرے درد سے ہمیشہ غمگین رہتا ہے۔ اینٹ میرا تکیہ ہے اور زمین میرا بچھونا۔ میرا بھی جُرم ہے کہ مَیں تجھ سے محبّت کرتا ہوں۔ مگر ہر ایک تجھ سے محبّت کرنے والے کا تو یہ حال نہیں (یعنی تیرے عشاق میں صرف ایک میں ہی ایسا ہوں جو ایسی بلاؤں میں مبتلا ہوں)۔

مصرع اوّل۔ غمینہ = غمین است۔ مجمع الفصحا میں "تو دائم" کے بجائے "ہجرانت" ہے۔

مصرع دوم۔ زمینہ = زمین است۔ مجمع الفصحا میں یہ مصرع اس طرح ہے۔ ع "سریم خشت و بالینم زمینہ"

مصرع سوم۔ موتہ = من ترا۔ دیرم = دارم۔ مجمع الفصحا میں "ہمیں جرمم" کے بجائے "گناہم این" ہے۔

مصرع چہارم۔ کت = کہ ترا۔ دارہ = دارد۔ اینہ = اینست۔ مجمع الفصحا میں "نہ ہر کت" کے بجائے "ہر آنکت" ہے اس صورت میں مصرعہ استفہامیہ ہو جائیگا ۱۲

بحمد وقل ہو اللہ کار شوں بے	(۴۳)	خوشا آناں کہ اللہ یار شوں بے
بہشت جاوداں بازار شوں بے		خوشا آناں کہ دایم در نماز ن

ترجمہ۔ خوش ہیں وہ لوگ خدا جن کا دوست ہے اور الحمد وقل ہو اللہ (یعنی عبادت) سے

اُنہیں سروکار ہے۔ خوش ہیں وہ لوگ جو ہمیشہ نماز میں مصروف ہیں اور ان کو جنّت

دائمی حاصل ہے۔

مصرع اوّل۔ شون بے = شان بود

مصرع دوم۔ شوں = شاں ۔ بے ۔ بود

مصرع سوم۔ در نماز ن = در نماز اند۔ بمبئی اور طہران اڈیشن میں "در نماز اند"

ہے۔

مصرع چہارم۔ شون بے = شان بود ٭



کشتی موں اربزاری ازکہ ترسی	(۴۴)	برانی اربخواری ازکہ ترسی
مو وا ایں نیمہ دل ازکس نہ ترسم		دو عالم دل تہ داری ازکہ ترسی

ترجمہ۔ اگر تو مجھے بہت بُری طرح ہلاک کرے تو تجھے کس کا ڈر ہے۔ اگر تو مجھے ذلّت کے ساتھ نکالدے

تو تجھے کس کا خوف ہے۔ میرے پاس تو صرف یہ آدھا ہی دل ہے اور مَیں کسی سے

نہیں ڈرتا۔ تیرے پاس تو دو عالم کا دل ہے تجھے کس کا اندیشہ ؟ (دو عالم دل تہ داری

کے دو مفہوم ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ تیرا دل دو عالم کے دلونکے برابر ہے۔ دوسرا یہ کہ دونوں

عالم کے دل تیرے پاس ہیں۔ پھر تیری جسارت وبیباکی کا کیا ٹھکانہ ہے)

مصرع اوّل ۔ کشیمون = کُشی مرا۔ مجمع الفصحاء میں "کشیان" ہے۔

مصرع سوم۔ مو وا = "من با" یا "ما با"۔ مجمع الفصحاء میں یہ مصرع اس طرح ہے۔

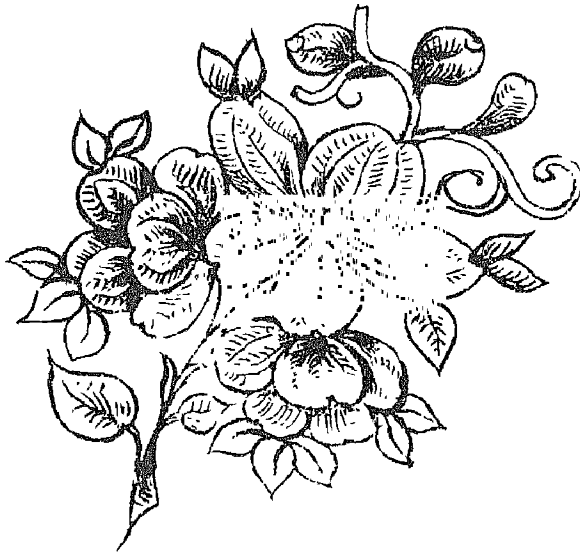
"بہ ایں نیمہ دل ازکس مونترسم"

مصرع چہارم۔ تہ = تو مجمع الفصحا میں "دو عالم" کے بجائے "جہانے" ہے۔

مجمع الفصحاء میں دوسرے مصرع میں "بخواری" کے بجائے "بخوانی" ہے

ہر آں باغے کہ دارش سر برے	(۴۵)	مدامش باغباں خونیں جگر بے
بباید کندنش از بیخ و از بن		اگر بارش ہمہ لعل و گہر بے

ترجمہ۔ جس باغ کا درخت دیوار باغ کے باہر نکلا ہوتا ہے۔ اُس باغ کا مالی ہمیشہ مبتلائے رنج رہتا ہے۔ (کیونکہ پھل توڑنے کے لئے لوگ اُس درخت پر پتھر برساتے ہیں) اگر اس کے پھل بکسر لعل و گہر ہوں تب بھی اُسے جڑ سے اُکھاڑ کر پھینک دینا چاہئیے۔ (تاکہ باغ اس سنگباری سے تو محفوظ رہے)۔



دلا راہ تہ پُر خار و خسک بے گر از دستت برآیو پوست از تن	(۴۶)	گذرگاہِ تہ بر اوج فلک بے بر افگن تا کہ بارت کمتر ک بے

ترجمہ۔ اے دل تیری راہ کانٹوں سے بھری ہوئی ہے۔ تیری گذرگاہ تو آسمان کی بلندی پر ہے۔ اگر تجھ سے ہو سکے تو اپنے جسم سے کھال اُتار کر پھینک دے۔ تا کہ تیرا بوجھ ہلکا ہو جائے۔ اور تو آسانی سے اوجِ فلک پر پہنچ سکے۔ ع۔

سبکبار مردم سبکتر روند)

مصرع اوّل۔ تہ = تو۔ بے = بود۔ بمبئی اڈیشن اور آتشکدہ میں "تو" ہے۔

بمبئی اڈیشن میں "پُر" کی بجائے "بُرہ" ہے۔

مصرع دوم۔ تہ = تو۔ بے = بود۔ بمبئی اڈیشن میں "تو" ہے

مصرع سوم۔ برآیو = برآید۔ بمبئی اڈیشن اور آتشکدہ میں "گراز" کے بجائے "اگر" ہے۔



زشور انگیزئ چرخ فلک بے	(۷۴)	کہ دائم چشم زخمم پر نمک بے
دمادم دود آہم تا سمٰوات		دلم نالان و اشکم تا سمک بے

ترجمہ۔ یہ آسمان کی فتنہ پردازی ہے کہ میرے زخم کی آنکھ (یعنی دہان زخم) ہمیشہ نمک سے پُر رہتی ہے (یعنی میں ہمیشہ مبتلائے آلام رہتا ہوں) - ہر دم میری آہوں کا دھواں آسمان پر پہنچتا ہے۔ میرا دل نالے کرتا ہے اور میرے آنسو تحت الثریٰ تک پہنچتے ہیں (سمک وہ مچھلی ہے جس پر زمین قائم ہے -)

نوٹ۔ ہیرن ایلن اڈیشن میں چوتھے مصرع میں "دلم نالاں" کے بجائے "تنم نالاں" ہے۔ مگر ظاہر ہے کہ دل نالے کیا کرتا ہے نہ کہ تن۔

مصرع اوّل و دوم و چہارم۔ بے = بود



دلے نازک بسان شیشہ ام بے	(۴۸)	اگر آہے کشم اندیشہ ام بے
سرشکم گر بوہ خونین عجب نیست		موآن دیرم کہ در خون ریشہ ام بے

ترجمہ۔ میرا دل شیشہ کی طرح نازک ہے۔ اگر آہ کروں تو مجھے (اُس کے ٹوٹ جانے کا)
اندیشہ ہے۔ اگر میرے آنسو خونین ہیں تو کوئی تعجّب نہیں اس لئے کہ میں وہ درخت
ہوں جس کی جڑ خون میں (پیوست) ہے۔

مصرع اوّل و دوم۔ بے = بود۔

مصرع سوم۔ بوہ = بود۔ مجمع الفصحاء میں "نیست" کی جگہ "نے" ہے۔

مصرع چہارم۔ مو = "من" یا "ما"۔ دیر = دار بمعنی درخت۔ مجمع الفصحاء میں
"دیرم" کے بجائے "دارم" ہے۔



وگر غم اندکے بودے چہ بودے ازیں دو گر یکے بودے چہ بودے	(۴۹)	اگر دردم یکے بودے چہ بودے بہ بالینم حبیبم یا طبیبم

ترجمہ۔ میرا درد اگر ایک ہی ہوتا تو کیا بُرائی تھی۔ اور اگر غم تھوڑا ہوتا تو کیا نقصان تھا۔ میرے سرہانے میرا محبوب یا میرا چارہ گر ان دونوں میں اگر ایک ہوتا تو کیا ہرج تھا۔

نوٹ۔ اس رباعی میں بھی قافیہ درست نہیں کیونکہ پہلے اور چوتھے دونوں مصرعوں میں "یکے" کو قافیہ کیا ہے۔ یہ رباعی خالص فارسی زبان میں ہے اور سب نسخوں میں اسی طرح ہے کوئی فرق نہیں ٭



بنالیدن دلم مانند نے بے	(۵۰)	مدامم دردِ ہجرانت زپے بے
مرا سوز و گدازہ تا قیامت		خدا ذو نو قیامت را کہ کے بے

ترجمہ۔ نالہ کرنے میں میرا دل بانسری کی مانند ہے۔ تیرا دردِ فراق ہمیشہ میرے پیچھے لگا رہتا ہے۔ (تیرے فراق میں) مجھے قیامت تک جلنا اور پگھلنا ہے۔ اور خدا جانے قیامت کب آئیگی (یعنی ایک نامعلوم و نامنتہی مدت تک میں تیرے سوزِ ہجر میں جلتا رہونگا)

مصرع اوّل بے = بود۔ بمبئی اڈیشن اور آتشکدہ میں "بنالیدن" کے بجائے "بند بند" ہے۔

مصرع سوم بمبئی اڈیشن اور آتشکدہ میں "گدازہ (= گداز است)" کے بجائے "گدازت" ہے

مصرع چہارم مجمع الفصحاء میں "ذو نو د = داند" کے بجائے "دانہ" ہے۔

بمبئی اڈیشن اور آتشکدہ میں یہ مصرع اس طرح ہے۔ ع

"خدا ذو تا قیامت تا بکے بے"

بہار آیو بہر باغے گلے بے	(۵۱)	بہر شاخے ہزاراں بلبلے بے
بہر مرزے نیارم پا نہادن		مبادا زمو بتر سوتہ دلے بے

ترجمہ۔ بہار آئی ہے۔ ہر باغ میں پھول (کھل رہے) ہیں۔ ہر ٹہنی پر ہزاروں بلبلیں (چہک رہی) ہیں۔ میں ہر کیاری پر پاؤں نہیں رکھ سکتا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی مجھ سے بھی زیادہ دل جلا ہو جس کی خاک سے یہ کیاری بنی ہے۔ مومن ؎

مت رکھیو گرد تارکِ عشاق پر قدم   پامال ہو نہ جائے سرافراز دیکھنا

مصرع اوّل۔ آیو = آید۔ بے = بود۔ بمبئی اور طہران اڈیشن میں "آئے" ہے۔

بمبئی اڈیشن میں یہ مصرع اس طرح ہے "بہار آئے۔ بہر لالہ دلے بے"

مصرع دوم۔ بعض نسخوں میں "شاخے" کے بجائے "لالہ" ہے۔

مصرع چہارم۔ مو = من "یا دو ما" "سوتہ" = سوختہ۔ بے = بود۔

نوٹ۔ مسٹر ہیرن ایلن نے چوتھے مصرع کا ترجمہ اس طرح کیا ہے۔

Pray there be none more burnt in heart than I.

"خدا نہ کرے کہ مجھ سے زیادہ کوئی دل جلا ہو" بجائے خود تو یہ ترجمہ صحیح کہا جا سکتا ہے لیکن اس صورت میں اس مصرع کا تعلق باقی مصرعوں سے قطع ہو جاتا ہے۔

مسلسل زلف بر و ریتہ دیری پریشاں جوں کری اون تا ر زلفوں	(۵۲)	گل و سنبل بہم آیتہ دیری بہر تارے دلے آویتہ دیری

ترجمہ۔ زلف مسلسل تیرے چہرہ پر پڑی ہے (گویا) گل و سنبل کو تو نے یکجا کر دیا ہے (کیونکہ

رخسار بمنزلہ گل ہیں اور زلف بجائے سنبل) زلفوں کے تاروں (یعنی بالوں)

کو جب تو بکھیریگا (تو تو دیکھے گا کہ) ہر تار میں ایک دل اٹکا ہوا ہے۔

مصرع اوّل۔ ریتہ = ریختہ۔ دیری = داری۔

مصرع دوم۔ آیتہ = آمیختہ۔ دیری = داری۔

مصرع سوم۔ کری = کنی۔ اون = آن۔ زلفون = زلفان۔ بمبئی اڈیشن اور

آتشکدہ میں "چوں" کے بجائے "زان" ہے اور "اون" کی جگہ "آن"

مصرع چہارم۔ آویتہ = آویختہ۔



خور آئین چہرہ ات افروتہ تربے زچہ خال رخت ذونی سیاہہ	(۵۳)	دلم از تیر عشقت دوتہ تربے ہر آں نزدیک خور بے سوتہ تربے

ترجمہ۔ خدا کرے تیرا آفتاب جیسا چہرہ اور زیادہ روشن ہو جائے اور میرا دل تیرے عشق کے تیر سے اور زیادہ چاک چاک ہو جائے۔ یا۔ تیرے عشق کا تیر میرے دل میں اور زیادہ پیوست ہو جائے۔ آیا تجھے معلوم ہے کہ تیرے رخسار کا تل سیاہ کیوں ہے؟ جو آفتاب سے زیادہ قریب ہوتا ہے وہ زیادہ سوختہ ہوتا ہے۔ اور سوختگی کا لازمی نتیجہ سیاہی ہے۔ جس طرح ہر شے جل کر سیاہ کوئلہ ہو جاتی ہے۔ آفتاب سے مراد رخسار۔ اور چونکہ تل عین رخسار پر واقع ہوا ہے اسلئے گویا جل کر سیاہ ہو گیا ہے۔

مصرع اوّل۔ افروتہ = افروختہ۔ بے = بود۔

مصرع دوم۔ دوتہ = دوختہ۔ بے = بود۔

مصرع سوم۔ ذونی = دانی۔ مجمع الفصحا میں "دانی" ہے اور "سیاہہ" (= سیاہ است)

کے بجائے "سیاہن (= سیاہ اند)" بصیغہ جمع ہے۔

مصرع چہارم۔ سوتہ = سوختہ۔

چہ خوش بے مہربانی کزدو سر بے اگر مجنوں دل شوریدۂ داشت	(۵۴)	کہ یکسر مہربانی دردِ سر بے دل لیلےٰ ازاں شوریدہ تر بے

ترجمہ - کیا ہی اچھی ہے وہ محبّت جو دونوں طرف سے ہو۔ اس لئے کہ یک طرفی محبّت (محبّت نہیں بلکہ) دردِ سر ہے۔ اگر مجنوں کا دل (لیلیٰ کے عشق میں) مضطرب تھا تو لیلیٰ کا دل (مجنوں کے لئے) اُس سے زیادہ بیتاب تھا۔

ایک اُردو کا شاعر کہتا ہے۔ ؎

اُلفت کا جب مزہ ہے کہ وہ بھی ہوں بیقرار   دونوں طرف ہو آگ برابر لگی ہوئی

مصرعِ اوّل و دوم و چہارم - بے = بود

نوٹ - ہیرن ایلن اڈیشن میں پہلا مصرع اس طرح ہے۔ ع چو خوش بے مہربانی ہر دو سر بے
"چہ" کے مقابل "چو" تو بالکل ہی بے محل ہے۔ اب رہا "کزو" اور "ہر" کا معاملہ تو ظاہر ہے کہ "ہر" کی بہ نسبت "کزو" سے مطلب بہت آسانی اور لطف کے ساتھ ادا ہو جاتا ہے ؎

نگارینا دل و جانم تہ دیری ندونم مو کہ این درد از کہ دیرم	(۵۵)	ہمہ پیدا و و نہانم تہ دیری ہمی ذونم کہ درمانم تہ دیری

ترجمہ۔ پیارے! میرا دل و جان تیرے پاس ہے۔ میرے وجود ظاہری و باطنی سب پر تو متصرف ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ میں کس کی وجہ سے اس درد میں مبتلا ہوں ہاں اتنا جانتا ہوں کہ میرے درد کی دوا تیرے پاس ہے۔

مصرع اوّل۔ تہ دیری = تو داری۔

مصرع دوم۔ ونہانم = پنہان من۔ تہ دیری = تو داری

مصرع سوم "ندونم مو (= ندانم من)" کے بجائے مجمع الفصحا میں "نمیدانم" ہے

مصرع چہارم۔ ذونم = دانم

نوٹ۔ ہیرن ایلن اڈیشن میں دوسرے مصرع میں "ونہانم" کے بجائے "نہانم" ہے جس سے مطلب میں تو کوئی فرق نہیں آتا مگر وزن باقی نہیں رہتا۔

نبوشہ جو کناروں ہفتۂ بے وفائے گلعذاروں ہفتۂ بے	(۵۶)	الالہ کوہساروں ہفتۂ بے منادی می کرم شہر و بہ شہر و

ترجمہ۔ کوہسار پر لالہ ایک ہفتہ سے زیادہ نہیں رہتا۔ نہر کے کنارے نبفشہ ایک ہفتہ سے زیادہ نہیں رہتا۔ میں شہر بشہر منادی کروں گا کہ خوبرویوں کی وفا ہفتہ بھر کی ہوتی ہے (یعنی حسینوں کی وفا اسی طرح ناپائدار ہے جس طرح لالۂ کہسار یا نبفشۂ گلزار)

مصرع اوّل۔ کوہساروں = کوہساران۔ بے = بود

مصرع دوم۔ نبوشہ = نبفشہ۔ جو کناروں = جُو کناران۔ بے = بود

مصرع سوم۔ میکرم = میکنم۔ آتشکدہ اور بمبئی اڈیشن میں ''میکرد'' ہے۔

مصرع چہارم۔ گلعذاروں = گلعذاران۔ بے = بود۔



موآں شمعم کہ اشکم آذرین بے ہمہ شو سوجم وگریم ہمہ روز	(۵۷)	کسے کو سوتہ دل اشکش نہ این بے؟ زتہ شامم چنوں روزم چنین بے

ترجمہ۔ میں وہ شمع ہوں جس کے آنسو آتشیں ہیں۔ کیا جو دل جلا ہوگا اس کے آنسو ایسے نہ ہونگے؟ تمام رات جلتا ہوں۔ اور سارے دن روتا ہوں۔ تیری وجہ سے میرے دن رات اس طرح کٹتے ہیں۔

مصرع اوّل۔ مو ”من“ یا ”ما“۔ بے۔ بود۔ طہران اور بمبئی اڈیشن میں ”آذرین“ کے بجائے ”از زمین“ ہے جو بالکل بے محل ہے۔ حافظ۔ ع۔

”در ہجر تو من ز شمع افزون گریم“

مصرع دوم۔ کو سوتہ = کہ او سوختہ۔ طہران اڈیشن میں ”کو“ کے بجائے ”کہ“ ہے بعض نسخوں میں ”نہ این“ کے بجائے ”چنیں“ ہے جس سے جملہ استفہامیہ نہیں رہتا۔

مصرع سوم۔ شو سوجم = شب سوزم

مصرع چہارم۔ تہ = تو۔ چنوں = چنیں۔ بعض نسخوں میں ”چنوں“ کے بجائے ”چنیں“ ہے۔

خم عیشم پُر از خون جگر بے	(۵۸)	مدامم دل پُر آذر دیدہ تر بے
ترا گر بر سرِ خاکم گذر بے		ببوییت زندگی یابم پس از مرگ

ترجمہ۔ ہمیشہ میرے دل میں آگ بھری رہتی ہے اور آنکھوں میں آنسو۔ میرے عیش کا خم خون جگر سے لبریز رہتا ہے۔ اگر میرے مرنے کے بعد میری خاک (قبر) پر تیرا گذر ہوگا تو میں تیری خوشبو سے جی اُٹھوں گا۔ (عمر خیام کہتا ہے ؎

تا بر سرِ خاک من رسد مخموری   از بوئے شراب من شود مست و خراب

مصرع اوّل و دوم و چہارم۔ بے = بود۔



توہ روژم کہ روژم واژگوں بے زدستِ دل کہ یارب غرق خوں بے	(۵۹)	سیہ بختم کہ بختم سرنگوں بے شدم خار و خس کوہِ محبّت

ترجمہ۔ میں (ایسا) بدبخت ہوں کہ میرا نصیبہ اُلٹا ہے۔ میں (ایسا) بدقسمت ہوں کہ میری تقدیر اُلٹی ہے (یا)۔ میں بدبخت ہوں کیونکہ میرا نصیبہ ہی اُلٹا ہے۔ بدقسمت ہوں کیونکہ میری تقدیر ہی اُلٹی ہے۔ غرضکہ یہ "کہ" کافِ بیان اور کافِ علّت دونوں ہو سکتا ہے) اس دل کے ہاتھوں۔ خدا اسے غارت کرے۔ کوہِ محبّت کا کوڑا کرکٹ بنگیا ہوں۔

مصرع اول و دوم وچہارم۔ بے = بود

مصرع دوم۔ توہ = تبہ۔ تباہ۔ روژم = روزم

بمبئی اڈیشن میں "توہ" کے بجائے "سیہ" ہے۔



بغیر از معصیت از ما چہ دیدی	(۶۰)	ازاں روزے کہ ما را آفریدی
زمو بگذر شتر دیدی نہ دیدی		خداوندا کہ بحق ہشت و چار ت

ترجمہ۔ (خداوندا!) جس دن سے تو نے مجھے پیدا کیا ہے۔ گناہ کے سوا اور ہیں نے کیا

کیا بارالہا! اپنے بارہ (اماموں) کے طفیل سوال وجواب کے بغیر میرے گناہ

بخشدے۔

مصرع دوم۔ طہران اڈیشن میں "از ما چہ دیدی" کے بجائے "چیزے نہ دیدی" ہے

مصرع چہارم۔ مو کے "من" یا "ما"

نوٹ۔ اس رباعی میں بھی اصول قافیہ کا لحاظ نہیں رکھا گیا۔ دوسرے اور چوتھے دونوں

مصرعوں میں ایک ہی لفظ "دیدی" قافیہ کیا ہے۔

مسٹر ہیرن ایلن نے چوتھے مصرع کا عجیب وغریب ترجمہ کیا ہے جو اپنی کم علمی کی وجہ

سے میری سمجھ میں نہیں آیا۔ فرماتے ہیں:۔

Forget Thou seest for us the Camel of Death

شُتر مرگ جو تو ہمارے لئے دیکھتا ہے اُسے بھلا دے"

پھر آگے چل کر کہتے ہیں۔

The quatrain is merely an address to God plead-

ing for long life "یہ رباعی خدا سے خطاب ہے جس میں طول حیات کی التجا کی گئی ہے"

میرے نزدیک کسی طرح اس رباعی سے طول حیات کی استدعا مستنبط نہیں ہوتی

بلکہ صاف اور واضح طور پر بخشش معاصی کی استدعا ہے۔

"شتر دیدی نہ دیدی" ضرب المثل کے طور پر استعمال ہوا ہے جسکے معنی ہیں۔ باز پُرس۔

سوال و جواب۔ جرح و قدح وغیرہ اور یہ مندرجہ ذیل حکایت سے ماخوذ ہے۔

حکایت ۔ایک مرتبہ چند سوداگر ترکستان میں سفر کر رہے تھے۔ ان کا سامان سے لدا ہُوا

ایک اونٹ کہیں بھٹک گیا۔ جبکہ وہ اس کی تلاش میں اِدھر اُدھر پھر رہے تھے۔

اُنہیں ایک درویش ملا۔ سوداگروں نے درویش سے پوچھا کہ تم نے ہمارا اونٹ

تو نہیں دیکھا؟ درویش نے نفی یا اثبات میں جواب دینے کے بجائے سوداگروں سے

پوچھا کہ کیا وہ اونٹ بائیں آنکھ سے کانا تھا۔ سوداگروں نے کہا "ہاں"۔ پھر پوچھا

کیا وہ داہنے پاؤں سے لنگڑا تھا۔ سوداگروں نے کہا "بیشک" پھر پوچھا کیا اس کے

سامنے کے دو دانت بھی ٹوٹے ہوئے تھے۔ سوداگروں نے جواب دیا کہ ہاں ہاں ٹوٹے ہوئے تھے
درویش نے پھر سوال کیا کہ کیا اس پر ایک طرف شہد اور ایک طرف گیہوں لدے ہوئے تھے سوداگروں
نے کہا بیشک ایسا ہی تھا۔ اچھا تو پھر جلد بتلاؤ کہ وہ اونٹ کہاں ہے۔ درویش بولا میں نے ہرگز
تمہارا اونٹ نہیں دیکھا۔ یہ جواب سُن کر سوداگروں کو سخت طیش آیا اور سمجھے کہ درویش ہی نے اونٹ
کو کہیں چھپا دیا ہے اور ہضم کرنا چاہتا ہے۔ لہٰذا اُسے پکڑ کر قاضی شہر کے پاس لے گئے اور کل ماجرا بیان
کیا۔ قاضی نے درویش سے پوچھا کہ جب تم نے وہ اونٹ نہیں دیکھا تو تمہیں اس کے متعلق یہ
تمام باتیں کیونکر معلوم ہوئیں۔ درویش نے کہا قیاس سے اور وہ اس طرح کہ میں نے دیکھا کہ راستہ
کے بائیں طرف کی گھاس صحیح و سالم موجود تھی اور دائیں طرف کی گھاس اونٹ نے کھالی تھی اس سے
میں نے یہ نتیجہ نکالا کہ وہ بائیں آنکھ سے کانا تھا ورنہ دونوں طرف کی گھاس چرتا۔ پھر میں نے دیکھا
کہ اس کے بائیں پیروں کے نشان داہنے پیروں کی نسبت زیادہ نمایاں تھے۔ اس لئے میں نے سمجھ لیا
کہ وہ لنگڑا تھا اور جہاں کہیں اسنے گھاس چکی تھی وہاں گھاس کا ایک چھوٹا سا گچھا صحیح و سالم چھوٹ گیا تھا
اسلئے میں نے قیاس کیا کہ اسکے دانت ٹوٹے ہوئے تھے جو گھاس کا اتنا خوشہ بچ گیا۔ راستہ پر مجھے بہت سی
مکھیاں اُڑتی ہوئی اور چیونٹیاں رینگتی ہوئی نظر آئیں میں نے سمجھ لیا کہ ضرور اس پر شہد اور گیہوں لدے
ہونگے جو تھوڑے بہت زمین پر گر گئے ہیں جس کی وجہ سے ان جانوروں کا ہجوم ہے۔ اور میں یہ بھی
کہہ سکتا ہوں کہ وہ اونٹ یہیں کہیں قریب ہی میں ہوگا کیونکہ آگے اُس کے قدم کے نشان نہ تھے
بلکہ اِدھر اُدھر چاروں طرف بہت سے نشان تھے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سیدھے راستہ پر آگے
نہیں گیا بلکہ اِدھر اُدھر بھٹکتا پھر رہا ہے۔ چنانچہ سوداگروں نے تلاش کیا تو اُس مقام سے تھوڑے
فاصلہ پر اونٹ مل گیا اور درویش کو چھوڑ دیا گیا۔

زور دما فراغت کیمیا بے	(۶۱)	غم دوران نصیب جان ما بے
دل ما بے کہ درمونش فنا بے		رسہ آخر بہ درمون درد ہر کس

ترجمہ۔ زمانہ بھر کا غم ہمارے حصہ میں آیا ہے۔ ہمارے درد سے چھٹکارا پانا کیمیا کا حکم رکھتا ہے (یعنی جس طرح حصول کیمیا ناممکن ہے اسی طرح ہمارے درد کا دور ہونا محال ہے) آخر کار ہر شخص کو درد کی دوا مل جاتی ہے۔ مگر ہمارا دل ایسا ہے کہ فنا ہی اُس (کے درد) کا درمان ہے۔

مصرع اوّل۔ بے = بود

مصرع دوم۔ بے = بود

مصرع سوم۔ رسہ = رسد۔ بمبئی اڈیشن میں "رسد" ہے۔ درمون = درمان۔

مصرع چہارم۔ درمونش = درمانش۔ بے = بود

نوٹ۔ مسٹر ہیرن ایلن نے دوسرے مصرع کا ترجمہ اس طرح کیا ہے۔

"To free our soul from care needs magic-art" = "جادو ہماری روح کو غم سے نجات دیسکتا ہے"

نگار تازہ خیز مو کجائی		بچشموں سرمہ ریز مو کجائی
نفس بر سینۂ طاہر رسیدہ	(٦٢)	دم رفتن عزیزہ مو کجائی

ترجمہ - میرے کمسن محبوب تو کہاں ہے - میرے سرگین آنکھوں والے تو کہاں ہے طاہر کا دم سینہ میں اٹکا ہے - میرے پیارے! رخصت کے وقت تو کہاں ہے -

مصرع اوّل و دوم و چہارم - مو = "من" یا "ما"

مصرع دوم بچشمون = بچشان - بمبئی اڈیشن میں "چشمان" ہی ہے پہلے دوسرے اور چوتھے مصرع میں "مو" کے بجائے بمبئی اڈیشن میں "ما" ہے ۔



حقیر ناچیز محمد حیات کاتب امین آبادی - مورخہ ۲۲ مارچ ۲۷ء